663

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،10۔فروری 2009

تلاوت پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات(محکمہ زراعت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

حصہ اول

Motion Under Rule 87 of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997

Makhdoom Syed Ahmad Mehmood: to move "that the Assembly do now adjourn."

(Copy of Adjournment Motion No 40/09 is at Annexure-I)

حصہ دوم

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

(مسودہ قانون جو پیش کیا جائے گا)

THE PUNJAB CONSUMER PROTECTION (AMENDMENT) BILL 2009 (Bill No. 5 of 2009)

Sheikh Ala-ud-Din: to move that leave be granted to introduce the Punjab Consumer Protection(Amendment) Bill, 2009.

Sheikh Ala-ud-Din: to introduce the Punjab Consumer Protection (Amendment) Bill, 2009.

664

حصہ سوم

(مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں)

(مورخہ 3-فروری2009 کے ایجنڈے سے زیرالتواء رکھی گئی قرارداد)

محترمہ آمنہ اُلفت: یہ ایوان، صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور سمیت تمام میٹروپولیٹن شہروں میں بڑھتے ہوئے کرایوں کے پیش نظر Rent allowance کی شرح میں اپنے وسائل کے مطابق اضافہ کیا جائے۔

(موجودہ قراردادیں)

1.	**Mr Muhammad Mohsin Khan Leghari:** **Ch Zahir ud Din Khan:** **Ch. Aamir Sultan Cheema:** **Mr Muhammad Yar Hiraj:** **Mrs Samina Khawar Hayat:** **Ch. Moonis Elahi:** **Dr Samia Amjad:** **Ch. Abdullah Yousaf:** **Ch. Muhammad Arshad:** **Mr. Tahir Iqbal Ch.** **Mrs Amna Ulfat:** **Mr Muhammad Shafiq Khan:** **Mr Sher Ali Khan:** **Mr Khurrum Nawab:** **Mrs Khadija Umar:** **Mrs Amna Jehangir:** **Hafiz Muhammad Qamar Hayat Kathiya:** **Mrs Ayehsa Javed:** **Mr Khalid Javed Asghar Ghural:** **Syeda majida Zaidi:** **Syeda Bushra Nawaz Gardezi:** **Mian Shafi Muhammad:** **Ch. Muhammad Ejaz Shafi:** **Mrs Qamar Aamir Ch:** **Engineer Shahzad Elahi:** **Ms. Joyce Rufin Julius:**	This House resolves that in addition to Commercial/ Conventional banking, the Government of the Punjab may take immediate steps to develop and promote Islamic modes of banking in line with the policies, instructions and criteria as laid down by the State Bank of Pakistan for promotion of Islamic Banking in the Province of the Punjab.

665

2.	جناب جوئیل عامر سہوترا: رانا آصف محمود:	اس ایوان کی رائے ہے کہ پنجاب حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ "سرکاری اداروں میں بھرتی کے وقت مخصوص مذہبی تعلیم کے حامل اقلیتی امیدواروں کو بھی حافظ قرآن کی طرح 20 نمبر اضافی دیئے جائیں۔"
3.	سید حسن مرتضیٰ: جناب محمد حفیظ اختر چودھری:	یہ ایوان، حکومت پنجاب سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ کے خلاف ٹاسک فورس قائم کی جائے جیسا کہ پنجاب گورنمنٹ نے محکمہ صحت میں جعلی ادویات کی فروخت کے خلاف اور محکمہ زراعت میں جعلی زرعی ادویات کی فروخت کے خلاف قائم کر رکھی ہیں۔
4.	محترمہ زوبیہ رباب ملک:	یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ جہیز فنڈ کی رقم 5ہزار روپے سے بڑھا کر 25ہزار روپے کر دی جائے۔
5.	ڈاکٹر محمد اشرف چوہان:	یہ ایوان وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی خدمات جو وہ صوبہ کی خوشحالی و ترقی "خاص طور پر لاہور میں تعمیر و ترقی "سڑکیں، پل اور اوور ہیڈ برج بنانے کے اقدامات پر خراج تحسین پیش کرتا ہے اور حکومت پنجاب سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ بڑے شہروں میں 60 فیصد تک ٹریفک کے مسائل حل اور جان لیوا حادثات میں کمی لانے کی غرض، عوام الناس کو سڑک کراس کرنے کے لئے زیبرا کراسنگ سے گزرنے یا اوور ہیڈ برج استعمال کرنے کی ترویج کے لئے خصوصی اقدامات کرے۔

حصہ چہارم

(عام بحث)

1.	محترمہ نسیم لودھی:	میں قواعد و انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ 243 کے تحت یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ پنجاب اسمبلی کے ایوان نے مورخہ 15-دسمبر 1988 کو متفقہ طور پر قرارداد منظور کی کہ پنجاب اسمبلی کے ملازمین کے لئے ایک رہائشی کالونی بنا کر دی جائے، جس پر آج تک عمل درآمد نہ ہو سکا۔ مذکورہ قرارداد پر عمل درآمد نہ ہونے کے محرکات کو زیر بحث لایا جائے تاکہ مہنگائی کے اس کمر توڑ دور میں ملازمین کا دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔ جبکہ صحافی برادری کو حکومت نے حال ہی میں ایک رہائشی کالونی کے لئے زمین بھی مہیا کر دی ہے۔ لہذا اس صورتحال پر عام بحث کی جائے۔
2.	محترمہ ثمینہ خاور حیات:	میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ صوبہ بھر کے تمام تھیڑوں، بشمول لاہور شہر، میں بے حیائی، فحاشی اور بے ہودہ ڈانس کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورتحال کو زیر بحث لایا جائے۔

667

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا گیارہواں اجلاس

منگل،10۔فروری2009

(یوم الثلاثۃ،14۔صفر المظفر1430ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 11 بج کر 12 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِo

وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَنفَقُواْ لَمۡ يُسۡرِفُواْ وَلَمۡ يَقۡتُرُواْ وَكَانَ بَيۡنَ ذَٲلِكَ قَوَامًاo وَٱلَّذِينَ لَا يَدۡعُونَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَـٰهًا ءَاخَرَ وَلَا يَقۡتُلُونَ ٱلنَّفۡسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلۡحَقِّ وَلَا يَزۡنُونَ ۚ وَمَن يَفۡعَلۡ ذَٲلِكَ يَلۡقَ أَثَامًاo يُضَـٰعَفۡ لَهُ ٱلۡعَذَابُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَـٰمَةِ وَيَخۡلُدۡ فِيهِۦ مُهَانًاo إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَـٰلِحًا فَأُوْلَـٰٓٮِٕكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِہِمۡ حَسَنَـٰتٍ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًاo

سُوۡرَةُ الفُرقان آیات 115 تا 118

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا خرچ کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ ان کا طریقہ میانہ روی ہوتا ہے۔اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کی پوجا نہیں کرتے اور نہ کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جن کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔اور نہ ہی بدکاری کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا۔ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن دگنا عذاب کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ہاں مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں اور ان کی خطاؤں اور ان کے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دے گا۔اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ وما علینا الا البلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب عابد رووف قادری نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

لگیاں نیں موجاں ہن لائی رکھیں سوہنیا
چنگے ہاں یا مندے ہاں نبھائی رکھیں سوہنیا
کسے نوں میں اپنا دکھڑا سنایا نہیں
تیرے باجوں کسے مینوں سینے نال لایا نہیں
سینے نال لایا ای تے لائی رکھیں سوہنیا
چنگے ہاں یا مندے ہاں نبھائی رکھیں سوہنیا
آقا دے غلاماں دا میں ادنیٰ غلام آں
لوکی کہندے خاص میں تے عاماں تو وی عام آں
پردہ جے پایا ای تے پائی رکھیں سوہنیا
چنگے ہاں یا مندے ہاں نبھائی رکھیں سوہنیا
ضیاء اوہدی آل دا بنیا غلام میں
اوہدے نالوں ودھ ہور لینا کی انعام میں
بنیا غلام تے بنائی رکھیں سوہنیا
چنگے ہاں یا مندے ہاں نبھائی رکھیں سوہنیا

تعزیت

سابق رکن اسمبلی نواب زادہ سرفراز حسین خان کی وفات پر دعائے مغفرت

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ہمارے اس معزز ایوان کے ایک سابق رکن نواب زادہ سرفراز حسین خان اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے۔

(اس مرحلہ پر دعائے مغفرت کی گئی)

جناب سپیکر: اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج کے ایجنڈے کے مطابق محکمہ زراعت سے متعلقہ سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ آج "ایکسپریس" اخبار میں ہمارے ایک فاضل ممبر اسمبلی کے بارے میں خبر چھپی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کے سابق مشیر مخدوم علی اکبر محمود نے اخبار میں ایک اپیل کی ہے۔ انھوں نے چیف جسٹس آف پاکستان اور چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ سے حصول انصاف کے لئے اپیل کی ہے۔ انھوں نے پنجاب اسمبلی کے رکن اور سابق نواز حکومت کے وزیر مخدوم سید احمد محمود پر الزام لگایا ہے کہ انھوں نے اپنے بہن بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کی اربوں روپے کی سینکڑوں ایکڑ زرعی اراضی، آم کے باغات، شہری جائیداد، جیولری اور دوسری املاک جعل سازی سے ہتھیائی ہے۔ اخبار میں آگے لکھا ہے کہ آئین کی دفعہ 62/63 کے تحت انھیں نااہل قرار دیا جائے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ hand writing expert اس بات کی تصدیق کر چکے ہیں کہ مخدوم احمد محمود کے والد صاحب کے دستخط صحیح نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے عزیز و اقارب اور افراد کے جعلی دستخط کر کے املاک کے حصول کے لئے دستاویز تیار کی ہیں۔ مخدوم علی اکبر نے کہا ہے کہ مخدوم سید احمد محمود نے ہمیں ہمارے قانونی اور جائز حق سے محروم کر دیا ہے اور قومی خزانے کو بھاری نقصان پہنچایا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ مخدوم احمد محمود انتہائی بااثر سیاست دان ہیں اس وجہ سے شکایات کا ازالہ آج تک نہیں ہو سکا۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں point of personal explanation. پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! مجھے اندازہ تھا کہ یہ اس طرح کی کوئی نہ کوئی چیز میرے اوپر لے کر آئیں گے۔ اخبار میں خود ہی انھوں نے یہ بیان لگوایا اور پھر پڑھ کر سنایا ہے۔ میں مخدوم زادہ حسن محمود کا بیٹا ہوں اور مخدوم الملک غلام میراں شاہ کا پوتا ہوں۔ میری رگوں میں امام حسین کا خون دوڑتا ہے۔ میری reputation کے بارے میں معلوم کرنا ہے تو میرے حلقے سے معلوم کریں۔ میں 1998 میں منسٹر ایکسائز تھا آج بھی محکمہ ایکسائز جتنی عزت مخدوم احمد محمود کی کرتا ہے موجودہ منسٹر ایکسائز کی نہیں کرتا۔ آج بھی وفاقی وزارت لوکل گورنمنٹ احمد محمود کے گیت گاتی ہے۔ آج بھی میرے حلقے کے عوام

مجھے اس لئے ووٹ دیتے ہیں کہ میرا کردار ان کے سامنے ہے۔آج ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ کیا یہ اسمبلی لوگوں کی جان ومال کی حفاظت کے لئے بنی ہے، چادر اور چار دیواری کی حرمت کی حفاظت کے لئے بنی ہے یا لوگوں کی زمینوں پر قبضے کرنے کے لئے بنی ہے؟ اگر اس اسمبلی میں ایسی leadership produce ہوتی ہے جو Christians کی زمین پر نظر رکھے اور اس کو اپنے نام پر لگوائے اور پھر profit لے کر بیچ دے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ مخدوم صاحب کو بات کرنے دیں وہ personal explanation پر ہیں۔ان کی بات سنیں۔آپ نے جو بات کی ہے اس کا جواب ان کو دینے دیں، یہ ان کا حق ہے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! رولز کو follow کریں۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! یہ اپنی بات کریں، اپنے بارے میں وضاحت کریں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔آپ تشریف رکھیں۔ان کو بات کرنے دیں۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں قائد حزب اختلاف کا اس لئے احترام کرتا ہوں کہ ایک وقت ایسا تھا کہ میرے والد صاحب بھی یہاں بیٹھا کرتے تھے اور پھر میں نے تو ان کو بڑی خاموشی سے سنا ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، یہ نامناسب ہے۔بڑی مہربانی آپ تشریف رکھیں۔کیا ان کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بات کا جواب دے سکیں اور اپنے بارے میں وضاحت کر سکیں، اگر آپ ان پر کوئی الزام لگاتے ہیں تو کیا وہ اس کا جواب نہ دیں؟

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میری بات دو منٹ میں ختم ہو جائے گی۔گزارش یہ ہے کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ اس طرح کی کوئی نہ کوئی حرکت کریں گے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جی، ہاں! ان کو پتا تھا کیونکہ انھوں نے فراڈ جو کیا ہوا ہے۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں یہاں پر واشگاف الفاظ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے اوپر لگائے ہوئے تمام الزامات کو یہاں کھڑے ہو کر defend کروں گا۔آج چودھری مونس الٰہی صاحب جن پر میں نے الزام لگایا وہ کہاں ہے، وہ پاکستان سے کیوں بھاگ گئے ہیں، وہ یہاں اپنے آپ کو defend کرنے کے لئے کیوں نہیں آئے؟ اگر وہ سچا ہے، اگر وہ اس معاملے میں بے قصور ہے تو اسے چاہئے تھا کہ یہاں پر وہ اپنے آپ کو خود defend کرتا۔ان معزز خواتین کے ذریعے اپنے آپ کو کیوں

defend کرواتا ہے؟ اگر اس اسمبلی میں اسی طرح کی leadership نے پیدا ہونا ہے تو پھر ہماری معذرت ہے، ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ ہم ایسی leadership کے ہوتے ہوئے اس اسمبلی میں رہیں۔

جناب سپیکر: مخدوم صاحب! آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ معاملہ کہیں کورٹ میں تو نہیں ہے؟ Is it pending adjudication?

مخدوم سید احمد محمود: جناب والا! یہ معاملہ اس وقت House کی property ہے۔ آج اس پر question hour کے بعد دو گھنٹے بحث ہونی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ جو آپ کے متعلقہ بات ہے اس کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔

مخدوم سید احمد محمود: نہیں، میرا کوئی معاملہ کورٹ میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ (قطع کلامیاں)

اب آپ مہربانی فرمائیں آپ نے کافی ٹائم لے لیا ہے۔ دیکھیں، اتنے ضروری سوالات ہیں مجھے ان کی طرف جانے دیں۔ آپ مہربانی فرمائیں۔

پیر محمد اشرف رسول: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

پیر محمد اشرف رسول: جناب والا! میں نے بھی آج صبح اخبارات میں خبر پڑھی ہے۔ اس خبر میں یہ بات آئی ہے کہ لاہور ہائی کورٹ کا ایک سینئر PCO جج جس کو یہ اپیل کر رہے ہیں وہ دبئی میں شراب کی محفلوں میں ناچتا رہا ہے۔ یہ جس PCO judge اور جس چیف جسٹس۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! تشریف رکھیں، میری بات سنیں۔

پیر محمد اشرف رسول: خدا کے لئے پہلے میری بات سنیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ پہلے میری بات سنیں۔

پیر محمد اشرف رسول: جن PCO judges کو یہ اپیل کرتے ہیں یہ کون کون سی محفلوں میں جاتے ہیں؟۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اب آپ کی بات ہو گئی ہے۔ Thank you very much. میں اب گزارش کرتا ہوں کہ میری بات سنیں (شور و غل)

Order please. I say order please. I say order please. I request you.

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب والا! یہ جو میرے ہاتھ میں کاغذ ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: گھرال صاحب! میں آپ سے گزارش کر رہا ہوں۔۔۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب والا! میرے ہاتھ میں جو کاغذات ہیں میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اپنے ممبران کی ایک کمیٹی بنا دیں۔

جناب سپیکر: کس چیز کی کمیٹی؟

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب والا! میرے ہاتھ میں کچھ کاغذات ہیں ان کو دیکھنے کے لئے آپ اپنے ممبران کی ایک کمیٹی بنا دیں۔

جناب سپیکر: وہ بعد کی بات ہے۔ ہماری 80 فیصد آبادی سے متعلقہ آج کے سوالات ہیں۔ یہ وقفہ سوالات ہے، آپ مہربانی فرمائیں اور مجھے ایجنڈے کے مطابق چلنے دیں۔ تمام دوستوں کے اتنے زیادہ معاملات ہیں جو اس میں discuss ہونے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر
معزز اراکین اسمبلی کو ذاتیات کے حوالے سے بحث کرنے سے اجتناب کا مشورہ

جناب قاسم ضیاء: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب قاسم ضیاء: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج جب اجلاس شروع ہوا ہے تو ممبران نے ایک دوسرے پر جو باتیں کی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ جب یہ ایوان وجود میں آیا تھا treasury benches کی طرف سے بھی اور اپوزیشن کی طرف سے بھی مجھے یاد ہے کہ یہ بات کہی گئی تھی کہ رواداری کی سیاست کو فروغ دیا جائے گا۔ ذاتیات کی سیاست پر بات نہیں ہو گی۔ میں آپ کی وساطت سے اپوزیشن کو بھی

اور مخدوم احمد محمود صاحب کو بھی یہ requestکروں گا کہ ذاتیات کی سیاست سے ہم اجتناب کریں،تاکہ Houseکا ماحول بہتر رہے۔ ہم جمہوریت کو آگے لے کر چلیں اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے سے شاید ان قوتوں کو پھر تقویت ملے گی جو اس ملک میں جمہوریت کو derailکرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ august House electہوا ہے اور ہم سب کو مل کر کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اس Houseکی بالادستی کے لئے کام کریں۔ ہم ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے سے شاید پھر دنیا کے سامنے مذاق بنیں گے۔ پہلے ہی دنیا کہتی ہے کہ شاید سیاست دان آپس میں لڑتے ہیں اور اپنے گھر کو ہی نہیں سنبھال سکتے، شاید آگے لے کر نہیں چل سکتے۔(نعرہ ہائے تحسین)
اس لئے میری ان دونوں صاحبان سے یہ گزارش ہے کہ ذاتیات کی سیاست سے اجتناب کریں۔ میں اس سلسلے میں مخدوم احمد محمود صاحب سے اکیلے میں بھی بات کروں گا اور اپوزیشن سے بھی بات کروں گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ذاتیات سے بالاتر ہو کر ہمیں سیاست کرنی چاہئے۔issuesکے حوالے سے سیاست کریں کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا کہ اس صوبے میں corruptionہو، کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا کہ یہاں پر law and orderکی situationخراب ہو۔ کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا کہ اگر کسی نے کوئی زیادتی کی ہے تو اس کو چھوڑا جائے لیکن ذاتیات سے بالاتر ہو کر ہمیں بات کرنی چاہئے ہمیں issuesاور اداروں کی بات کرنی چاہئے۔ بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: آپ کی بات کافی حد تک درست ہے۔ مخدوم احمد محمود!

مخدوم سید احمد محمود: جناب والا! میں قاسم ضیاء صاحب کی بے انتہا عزت کرتا ہوں۔ ہم ایک ہی سکول میں پڑھے ہیں اور ویسے بھی ان کی ہاکی میں جو contributionہے اس کی وجہ سے ہمارے دل میں ان کے لئے بڑی عزت ہے۔

جناب سپیکر: میں پھر آپ دونوں سے یہ اپیل کروں کہ ۔۔۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب والا! آپ پہلے میری گزارش سن لیں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

مخدوم سید احمد محمود: جناب والا! یہ مسئلہ ذاتیات کا نہیں ہے۔ ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ کیا اس اسمبلی میں ایسے لیڈر پیدا ہوں گے ؟

جناب سپیکر: آپ اس بات کو چھوڑیں۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب والا اس کو روکنا پڑے گا۔

جناب سپیکر: بڑی معذرت کے ساتھ۔۔۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! یہ ذاتیات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: مخدوم صاحب! میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر اپوزیشن کے کئی معزز اراکین بیک وقت اپنی نشستوں سے کھڑے ہو گئے)

جناب سپیکر: آپ سب تشریف رکھیں۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب والا! میرے پاس اس سے متعلقہ کاغذات ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کے پاس بہت کچھ ہو گا۔ آپ اس بات کو چھوڑ دیں، آپ کی مہربانی۔ میں مخدوم صاحب سے بھی گزارش کرتا ہوں اور قاسم ضیاء صاحب سے بھی کہ چند منٹ کے لئے لابی میں آپ دونوں حضرات آپس میں بیٹھ کر کوئی بات کر لیں۔ اس کے بعد اللہ کرے گا کہ کوئی اچھا رزلٹ آ جائے گا۔

ملک محمد عباس راں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: فرمائیں!

ملک محمد عباس راں: جناب والا! میں یہ point out کرنا چاہتا ہوں کہ ایم پی ایز اور ایم این ایز حضرات search سے exempt ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: کیا ہوتا ہے؟

ملک محمد عباس راں: search سے مستثنیٰ ہوتا ہے۔ یعنی تلاشی سے مستثنیٰ ہوتا ہے لیکن میں نے یہ دیکھا ہے کہ ہم لوگ جب بھی offices میں جاتے ہیں تو ہماری گاڑیوں کی ڈگی کھولی جاتی ہے، بونٹ کھولا جاتا ہے اور اس کو اچھی طرح سے search کرنے کے بعد ہمیں اندر داخل ہونے دیا جاتا ہے۔ کیا ہم search سے مستثنیٰ ہیں یا ہماری تلاشی ہونی چاہئے؟ اس سلسلے میں مجھے آپ کی رولنگ چاہئے۔

جناب سپیکر: مجھے تو آپ سے معتبر کوئی چیز نہیں ہے۔ میرے لئے تو آپ ہر لحاظ سے بہت ہی قابل احترام ہیں۔ میں تو نہیں چاہتا کہ۔۔

ملک محمد عباس راں: جناب! جو رولز کہتے ہیں وہ آپ بتا دیں۔ اسمبلی نے جو رولز بنائے ہیں ان کے مطابق ہم عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں، اسمبلی کے رولز کے علاوہ آپ کا استحقاق ہے اور آپ V.I.P میں شمار ہوتے ہیں اور اب اس سے زیادہ میں آپ کو کیا بتاؤں؟

ملک محمد عباس راں: شکریہ۔ جناب سپیکر! تو پھر ان اداروں کو خصوصاً پولیس کے جو ادارے ہیں ان کو ایک لیٹر لکھ دیں کہ ایم پی اے کی اگر وہ شناخت کر لیتے ہیں یا اس کی identification کر لیتے ہیں تو اس کے بعد اس کی گاڑی کا بونٹ کھولنا یا ڈگی کھولنا یا اس کی گاڑی کے آگے پیچھے پھرنا ایک ایم پی اے کی تضحیک ہے۔ بہت مہربانی

محترمہ صغیرہ اسلام: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نہیں، اب میں ایجنڈے کے مطابق چلنا چاہتا ہوں اور اسی لئے میں نے دونوں حضرات سے بھی request کی ہے۔ سید حسن مرتضیٰ صاحب! سوال نمبر بولیں۔

محترمہ صغیرہ اسلام: جناب والا! ادھر سے آپ ہر خاتون ممبر کو ٹائم دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ محترمہ! میں نے سارے House سے گزارش اور اپیل کی ہے کہ آج انتہائی اہم سوالات ہیں۔ میں نے اب floor سید حسن مرتضیٰ صاحب کو دیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ .Order in the House۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر سکتا ہوں؟

سوالات (محکمہ زراعت)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: میں نے آپ کا نام پکارا ہے۔ آپ کا سوال ہے اور یہ وقفہ سوالات ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: سوال نمبر 87۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے؟

سید حسن مرتضیٰ: نہیں، جناب! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس کا جواب پڑھنا پڑے گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ وزیر موصوف اس کا جواب پڑھیں۔

ضلع جھنگ میں جعلی زرعی ادویات فروخت کرنے والوں کے خلاف کارروائی

*87: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ زراعت ضلع جھنگ میں زرعی ادویات میں ملاوٹ کرنے والوں کے خلاف کیا اقدامات کر رہا ہے؟

(ب) سال 07-2006 سے آج تک ضلع جھنگ میں کتنے افراد کو جعلی زرعی ادویات فروخت کرنے پر گرفتار کیا گیا اور کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ان کے نام اور پتاجات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) محکمہ زراعت ضلع جھنگ میں شعبہ پیسٹ وارننگ اینڈ کوالٹی کنٹرول آف پیسٹی سائیڈز کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر (پی پی) پیسٹ وارننگ ضلع کی سطح پر اور زراعت آفیسر (پی پی) تحصیل شورکوٹ اور چنیوٹ کی سطح پر بطور پیسٹی سائیڈ انسپکٹر تعینات ہیں جو کہ پیسٹی سائیڈ ڈیلرز اور کمپنیوں کے سٹورز سے سیمپل لے کر تجزیہ کے لئے پیسٹی سائیڈ لیبارٹری فیصل آباد بھیجتے ہیں وہاں سے غیر معیاری (unfit) یا ملاوٹ شدہ (substandard) پائے جانے کی صورت میں پیسٹی سائیڈ آرڈیننس 1971 A.P.O اور رولز 1973 ترمیم شدہ 1997 کے تحت کارروائی کی جاتی ہے اور ملوث ہونے والے افراد کو قید یا جرمانہ کیا جاتا ہے۔

(ب) 07-2006 سے آج تک ضلع جھنگ میں کل 1406 پیسٹی سائیڈ ڈیلرز چیک کئے گئے اور 270 سیمپل (نمونہ جات) لئے گئے جن میں سے 246 نمونہ جات کا رزلٹ موصول ہوا، ان میں 231 معیاری اور 15 غیر معیاری پائے گئے۔ اس عرصہ میں ضلع میں جعلی زرعی ادویات فروخت کرنے پر گیارہ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ اس کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! Pesticides dealers check کئے گئے، 900 samples لئے گئے جن میں 816 معیاری اور 84 غیر معیاری پائے گئے۔ اس عرصہ میں

ضلع میں جعلی زرعی ادویات فروخت کرنے پر 37 افراد کو گرفتار کیا گیا۔ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جو تفصیل ایوان کی میز پر رکھی ہے میں نے تو کہا تھا کہ یہ پڑھیں۔

جناب سپیکر: دیکھیں، اس ہاؤس میں تفصیل نہیں پڑھی جاتی۔ ایوان کی میز پر تفصیل اس لئے رکھی جاتی ہے تاکہ آپ پڑھ لیں اور اس کے مطابق جواب پوچھ لیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری عرض سنیں ناں، میں ہی پڑھ دیتا ہوں۔ انہوں نے تفصیل میں لکھا ہے کہ 2006 میں 525 ڈیلر چیک کئے گئے، samples 142 لئے گئے اور رزلٹ بھی 142 کا ملا۔ 138 معیاری اور 4 غیر معیاری تھے۔ کیس رجسٹر بھی 4 ہوئے، اب آگے دیکھیں کہ ملاوٹ شدہ کے علاوہ 6 کیس رجسٹرڈ ہوئے ہیں اور یہ ملاوٹ شدہ کے علاوہ 6 کیا ہے؟ پھر پانچ آدمی گرفتار ہوئے، پولیس کے پاس کوئی کیس نہیں ہے، اگر پانچ آدمی گرفتار ہوئے ہیں تو وہ کس نے کئے ہیں؟ جب پولیس کے پاس کیس ہی کوئی نہیں ہے تو یہ پانچ آدمی سوئی گیس والوں نے پکڑے ہیں؟ اب آگے دیکھیں کہ عدالت کو دس چالان بھیجے گئے، زیر سماعت سات اور تین کیس بری ہوئے ہیں یعنی سزا کوئی بھی نہیں ہوا۔ 2007 میں بھی آپ اسی طرح دیکھ لیں کہ دس کیس زیر سماعت ہیں، سزا کسی کو نہیں ہوئی اور فیصلہ بھی کوئی نہیں ہوا۔ آگے ٹوٹل میں آپ دیکھیں تو 20 ٹوٹل ہیں، سترہ زیر سماعت ہیں یا تو کیس زیر سماعت ہیں یا بری ہوئی ہیں ان میں کوئی سزا، کوئی جرمانہ نہیں ہوا۔ وزیر صاحب وضاحت سے بتا دیں کہ سزا یا جرمانہ کیوں نہیں ہوا؟ جب ایک چیز چیک کروالی گئی ہے، اس کا رزلٹ لیبارٹری سے آگیا ہے کہ وہ غیر معیاری ہے تو پھر انہیں بری کیوں کیا گیا؟

جناب سپیکر: جی، آپ نے لمبا سوال کر دیا۔ وزیر صاحب! شاہ صاحب آپ سے پوچھ رہے ہیں کہ اگر پولیس کے پاس کیس نہیں ہے تو پھر جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں وہ کس نے کئے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں بتاتا ہوں۔ پہلے کیس کی ایف آئی آر نمبر 42 تھانہ کوتوالی، یہ ملاوٹ شدہ کیس ہے۔ یہ چالان 06-03-20 کو بھیجا گیا ہے، زاہد حسین بخاری جج کے پاس زیر سماعت ہے۔

جناب سپیکر: آپ نے جز(ب) میں کہا ہے کہ گیارہ آدمیوں کو گرفتار کیا گیا ہے جس کی تفصیل ایوان کی میز پر ہے۔ یہ پوچھ رہے ہیں کہ ان گیارہ آدمیوں کا کیا بنا ہے اور بقول شاہ صاحب کے سارے بری ہو چکے ہیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! کچھ مقدمات 2006 کے ہیں اور کچھ 2007 کے ہیں وہ ہمارے آنے سے پہلے کے ہیں۔ کچھ مقدمات 2008 میں درج ہوئے ہیں ان میں بندے گرفتار ہوئے ہیں۔ پہلے اسسٹنٹ کمشنر ہوتے تھے وہ گورنمنٹ آف پنجاب کے ماتحت تھے اور اب سول کورٹس ہیں۔ محکمے نے تو پرچے درج کئے اور چالان کئے اب آگے عدالت کا کام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس پر وزیراعلیٰ صاحب سے باقاعدہ میٹنگ ہوئی ہے جس میں فیصلہ کر کے چیف جسٹس سے کہہ کر ہر ضلع میں علیٰحدہ علیٰحدہ ایک جج تعینات کرایا جس کی شہرت اچھی ہے تاکہ ان کو برابر سزا ہو اور قانون میں جو بھی provision ہے اس میں سیکشن 21 میں سزا تین سال قید اور پانچ ہزار جرمانہ ہے۔ کورٹس میں جو کیس جاتے ہیں ان پر پوری توجہ دی جا رہی ہے۔ وہاں پر پراسیکیوٹر بھی مقرر ہو گئے ہیں میں شاہ صاحب کو پراسیکیوٹر کا نام بھی بتا سکتا ہوں۔ پراسیکیوٹرز ان کیسوں کی پیروی کر رہے ہیں اور سزا عدالت نے کرنی ہوتی ہے۔

راجہ طارق کیانی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، کیانی صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

راجہ طارق کیانی: جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی بھی اسمبلی کی کارروائی میں سب سے اہم element سننے کی صلاحیت ہوتی ہے تو یہاں پر میں نے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ یہاں کے ساؤنڈ سسٹم میں مسئلہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ بھی facing great difficulty to comprehend the speeches of the honourable members. ابھی آپ نے دیکھا کہ فاضل منسٹر بھی بولنے کے لئے مائیک کے اوپر بار بار جھک رہے تھے۔

جناب سپیکر: مجھے تو آپ کی آواز خوب آ رہی ہے۔ پتا نہیں آپ کو آواز کیوں نہیں آتی؟

راجہ طارق کیانی: نہیں، جناب! یہ مسئلہ ہے۔ آپ یہ کریں کہ اگر ساؤنڈ سسٹم تبدیل نہیں ہونے جا رہا تو کم از کم لاء منسٹر کے مائیک پر تھوڑا سا خرچہ کر کے اس کو اگر چھ یا آٹھ انچ اونچا کر دیا جائے تو میں

سمجھتا ہوں کہ ہماری سننے کی capability بہت زیادہ بڑھ جائے گی اور اس پر خرچہ بھی بہت تھوڑا آئے گا۔

جناب سپیکر: جی، اولکھ صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! جھنگ میں ابھی ظفر اقبال صاحب کو نیا اسسٹنٹ پبلک پراسیکیوٹر تعینات کیا گیا ہے اور ڈسٹرکٹ پبلک پراسیکیوٹر ملک جاوید صاحب ہیں۔ یہ سپیشل پراسیکیوٹر مقرر کئے گئے ہیں تاکہ کیسوں کی پیروی کر کے عدالتوں سے ان کے فیصلے کروائے جائیں۔ پہلے پورے پنجاب میں صورتحال یہ تھی کہ جج صاحبان تین سو یا چار سو روپے جرمانہ کرتے تھے۔ ابھی بہاولپور میں ایک عدالت نے انہیں تین لاکھ روپے جرمانہ کیا ہے اور پانچ سال قید کی سزا دی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ نے تو تین سال قید مقرر کی ہے، وہاں پانچ سال قید کیسے ہو گئی؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): نہیں، تین سال قید اور پانچ لاکھ روپے جرمانہ کیا گیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وزیر صاحب سے میرا ضمنی سوال ہے۔ ادویات اتنی غیر معیاری ہیں کہ جب ان کا سپرے کیا جاتا ہے تو کیڑے مکوڑوں کی deforming ہو جاتی ہے، وہ اور زیادہ تیزی سے فصل کھاتے ہیں، موٹے ہوتے ہیں اور نقصان بھی زیادہ کرتے ہیں۔ وزیر صاحب بتا دیں کہ وہ اس کی بہتری کے لئے کیا اقدامات کر رہے ہیں اور جو بندے بری ہوئے ہیں اس عدالت کا نام بتا دیں؟ چنیوٹ، جھنگ، شورکوٹ اور احمد پور سیال، چار تحصیلیں ہیں تو ان چار تحصیلیوں میں ایک ہی جج ہے جس کے پاس یہ کیس آتے ہیں۔ یہاں صبح شاہ صاحب نے ججوں کی بات کی ہے تو میں اس ضمن میں گزارش کروں گا کہ ہمیں ججوں سے کوئی نہیں کہ جج رنگ رلیاں منائیں، نہ منائیں وہ ان کا ذاتی فعل ہے لیکن اگر آپ غور سے دیکھیں تو اس اخبار میں ایک جملہ لکھا ہوا ہے، "وے گجراوے۔" انہوں نے ایک قوم کو نشانہ بنایا ہے اور جاوید حسن گجر صاحب ہمارے ہاؤس کے ایم پی اے ہیں وہ آج اجلاس میں احتجاجاً تشریف بھی نہیں لائے۔ وہ باہر ایک پرائیویٹ چینل سے بات کر کے اپنا احتجاج ریکارڈ کروا رہے تھے کہ ان بے حیا اور واہیات گانوں سے ہمارا گجروں کا کیا تعلق ہے۔ اگر ہمارے ساتھ کوئی چیز منسوب ہی کرنی ہے تو ایک گجر اور 100 "مجھ" کر لو۔

جناب سپیکر: آپ اس کو چھوڑ دیں ناں، آپ question کے بارے میں بات کریں۔ جی، وزیر زراعت صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! انہوں نے کہا ہے کہ کیڑے مکوڑے بڑھ رہے ہیں تو اس میں آپ دیکھیں کہ چیف منسٹر پنجاب شہباز شریف صاحب نے یہاں اسمبلی کے فورم پر oath لیا تو انہوں نے دو چیزوں پر زور دیا۔ ایک انہوں نے فرمایا کہ ہم تین / چار ماہ کے اندر pesticide میں ملاوٹ ختم کر دیں گے۔

دوسرا انہوں نے گرین ٹریکٹر سکیم کا اعلان کیا تھا اس کے مطابق تمام پریس کو بلایا گیا اور بڑی بڑی فیکٹریوں سے ملاوٹ شدہ کروڑوں روپے کی pesitcide پکڑی گئی ہے اور یہ معمولی بات نہیں ہے۔ 28 کروڑ 66 لاکھ روپے کی pesticide پکڑی گئی ہے۔ ان کے خلاف کیس رجسٹر ہوئے ہیں۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ سول ججوں کے پاس کیس سماعت کے لئے بھیجے جاتے رہتے تھے۔ جو پانچ سو روپے یا ہزار روپے جرمانہ کر دیتے تھے۔ اب چیف جسٹس ہائیکورٹ اور ایڈووکیٹ جنرل کو مل کر باقاعدہ ہر ضلع میں سول جج صاحبان میں سے سپیشل جج تعینات کروائے گئے ہیں جن کی شہرت اچھی ہے تاکہ ان لوگوں کو سزا ملے اور جعلی ادویات کی بیماری کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ میں یہ بتاتا ہوں کہ جھنگ میں زاہد حسین بختیار سپیشل مجسٹریٹ سماعت کر رہے ہیں۔ شور کوٹ میں میاں غلام رسول صاحب ہیں اور Public Prosecutors بھی ہیں اس لئے امید کی جاتی ہے کہ صورتحال بہتر ہو گی اور ان کو سزا ضرور ملے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ بہتری کے لئے کیا کیا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر زراعت!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس کے لئے وزیر اعلیٰ نے صوبائی سطح پر ٹاسک فورس بنائی ہے۔ اس ٹاسک فورس کے پہلے ایڈیشنل سیکرٹری سربراہ تھے اب شجاع خانزادہ صاحب اس کے سربراہ ہیں۔ اس میں ایڈیشنل آئی جی سپیشل برانچ، ایڈیشنل آئی جی سی آئی ڈی، ایڈیشنل چیف سیکرٹری ممبران ہیں۔ یہ صوبائی سطح پر کمیٹی بنائی گئی ہے۔ اضلاع میں ڈی سی او ان کے سربراہ ہیں۔ ان میں D.D.O اور D.O Agriculture اور Pest warning کے نمائندے ہیں اور ڈیلروں کا بھی ایک نمائندہ ہے۔ ہمارے وزیر اور ٹاسک فورس کے چیئرمین بھی surprise

check کے لئے جاتے ہیں اور جہاں جہاں pesticides کا کاروبار ہو رہا ہے وہاں جاتے ہیں اور اتنی بھاری مقدار میں pesticides برآمد ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلا سوال بھی سید حسن مرتضیٰ صاحب کا ہے۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: سوال نمبر 132۔

تحصیل چنیوٹ و ضلع جھنگ میں سبزی منڈیوں و رقبہ جات دکانات کی تفصیل

*132: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

تحصیل چنیوٹ اور ضلع جھنگ میں واقع سبزی منڈیوں کی تعداد، ان کے رقبہ جات اور دکانات کی تفصیل بیان کی جائے نیز ان دکانوں سے ہونے والی آمدن اور اخراجات کی سالانہ تفصیل بیان کریں اور کس طرح یہ دکانیں حاصل کی جاتی ہیں۔ تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

تحصیل چنیوٹ میں ایک سبزی منڈی ہے جبکہ ضلع جھنگ میں کل سبزی منڈیوں کی تعداد تین ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام مارکیٹ کمیٹی	نام سبزی منڈی	رقبہ	کل دکانات	دکانات ملکیت مارکیٹ کمیٹی	کیفیت
1	چنیوٹ	فیصل آباد روڈ چنیوٹ	1 مرلہ 32 کنال	55	21	سرکاری
2	جھنگ صدر	کالج روڈ جھنگ صدر	20 کنال	31	0	سرکاری
3	شورکوٹ	جھنگ روڈ شورکوٹ	16 کنال	16	0	پرائیویٹ

درج بالا سبزی منڈیوں میں سے صرف سبزی منڈی چنیوٹ میں 21 دکانات ملکیت مارکیٹ کمیٹی چنیوٹ ہیں جن سے سالانہ آمدن بطور کرایہ تقریباً 480000 روپے حاصل ہوتی ہے جبکہ گزشتہ سال ان دکانات کی مرمت پر کوئی خرچ نہ ہوا ہے۔ جب کوئی سبزی منڈی قیام عمل میں آتی ہے تو 70 فیصد دکانات سابقہ آڑھتی صاحبان کو الاٹ کی جاتی ہیں جبکہ بقیہ 30 فیصد دکانیں نیلام عام کر دی جاتی ہیں۔

سبزی و پھل منڈی جھنگ میں 2007-07-01 تا 2008-05-31 تک مارکیٹ فیس 493270 روپے وصول ہوئی جبکہ لائسنس فیس 15700 روپے تھی۔ سبزی و پھل منڈی جھنگ صدر میں رقبہ وسیع ہونے کی وجہ سے پارکنگ سٹینڈ کی ضرورت نہ ہے۔ نئی سبزی و پھل منڈی کا رقبہ آڑھتیاں سبزی منڈی نے خرید کر کے مارکیٹ کمیٹی کو بلا قیمت

برائے تعمیر سبزی منڈی ہبہ کر دی۔ معاہدہ کے مطابق بیس پلاٹ آڑھتیان مذکور ان کو الاٹ کے گئے باقی ماندہ گیارہ پلاٹس بذریعہ نیلام عام فروخت کئے گئے۔ مارکیٹ کے پاس حقوق ملکیت نہ ہیں بلکہ سبزی منڈی کا انتظام و انصرام مارکیٹ کمیٹی کے پاس ہے۔ سبزی منڈی شورکوٹ چونکہ پرائیویٹ ہے اس لئے مارکیٹ کمیٹی شورکوٹ کو ان دکانات سے کوئی آمدن نہ ہے۔ تاہم دورانیہ 2007-07-01 تا 2008-05-31 سبزی منڈی شور کوٹ کی آمدن بابت لائسنس فیس مبلغ 6420 روپے اور بابت مارکیٹ فیس مبلغ 64693 روپے ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وزیر زراعت یہ بتادیں کہ منڈیوں میں جو دکانیں مارکیٹ کمیٹی کی ملکیت ہیں ان کی الاٹمنٹ کا کیا طریق کار ہے، کون ان کی الاٹمنٹ کرتا ہے اور کون لوگ اس الاٹمنٹ کے لئے اہل ہوتے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ہمارا محکمہ Agriculture Marketing ہے ان کا طریق کار یہ ہے کہ جب محکمہ کوئی نئی جگہ لیتا ہے تو 70 فیصد دکانیں پرانے آڑھتیوں کو جو پہلے ہی سبزی کا کام کرتے ہیں ان کو الاٹ کی جاتی ہیں اور 30 فیصد نیلام عام کے ذریعے الاٹ ہوتی ہیں۔ اس طرح مارکیٹ کمیٹیاں تشکیل پاتی ہیں۔ ضلع جھنگ میں تین سبزی منڈیاں ہیں۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! مارکیٹ کمیٹیوں کے چیئرمین کب بنائے جائیں گے؟

جناب سپیکر: یہ پالیسی کی بات ہے۔ آپ اس سوال سے متعلقہ ضمنی سوال کریں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں وزیر زراعت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ سبزی منڈیوں سے حاصل کی گئی آمدن کہاں جاتی ہے، کہاں خرچ کی جاتی ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! انھوں نے جنرل قسم کا سوال کیا ہے۔ اس آمدن کو خرچ کرنے کے لئے جو کمیٹی ہوتی ہے اس میں کاشتکاروں کے نمائندے، آڑھتیوں کے نمائندے اور حکومت کے بھی نمائندے ہوتے ہیں۔ پہلے جو چیئرمین منتخب ہوتے تھے انھیں ڈسٹرکٹ کونسل منتخب کرتی تھی۔ اس میں آمدنی کھیت سے منڈی تک کی سڑکوں، پلیوں، غلہ منڈیوں اور سبزی منڈیوں کی حالت کو بہت بہتر کرنے کی لئے استعمال ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کسان کو سہولت فراہم کرنے کے لئے وہاں سائے کا انتظام کیا جاتا ہے، پینے کے پانی کا انتظام کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: آپ اس کی پالیسی چیک کر لیں۔ میرے علم میں ہے کہ ابھی معاملات ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ اس کو بہتری کی طرف لائیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں خود بہت سی منڈیوں میں گیا ہوں۔ میں کوٹ لکھپت گیا ہوں، شاہدرہ گیا ہوں، جھنگ گیا ہوں اور فیصل آباد کی منڈی میں بھی گیا ہوں۔

جناب سپیکر! مارکیٹ کمیٹیوں میں ایک روپیہ فی کوئنٹل یہ فیس ہے۔ یہ برائے نام فیس ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں تھی۔ تمام سبزیوں اور فروٹ پر بھی ایک روپیہ فی کوئنٹل فیس تھی۔

جناب سپیکر: آپ سے بھی جتنی بات پوچھی جائے اتنا ہی جواب دیں۔ اگلا سوال میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔ جی، میاں نصیر احمد!

میاں نصیر احمد: سوال نمبر 158۔

کھاد کی مد میں سبسڈی کی تفصیل

*158: میاں نصیر احمد: کیا وزیر زراعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کسانوں کو ریلیف دینے کے لئے سبسڈی دیتی ہے، یہ سبسڈی کس کس مد میں دی جاتی ہے؟

(ب) کیا کھاد کی مد میں بھی حکومت پنجاب کسانوں کو سبسڈی دیتی ہے؟

(ج) اس وقت ڈی اے پی کھاد کی بوری کا کنٹرول ریٹ کیا ہے اور بازار میں کس قیمت پر فروخت ہو رہی ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ)::

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کسانوں کو ریلیف دینے کے لئے مختلف مدات میں سبسڈی دیتی ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

(i) شعبہ اصلاح آبپاشی کے تحت حکومت نے کسانوں کو 2500 لیزر لینڈ لیولر فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا جو کہ 30۔ جون 2008 تک کاشتکاروں کو مہیا کئے جا چکے ہیں-ایک لیزر لینڈ لیولر پر سبسڈی مبلغ-/160000 روپے تھی-

(ii) حکومت پاکستان "مکئی کپاس اور گندم کی پٹڑیوں پر کاشت کی ترویج کا قومی منصوبہ جو 08-2007 سال میں شروع ہوا کے تحت کسانوں کو مشینری سبسڈی پر

فراہم کی جا رہی ہے-اس پروگرام کے تحت آئندہ چار سالوں میں صوبہ پنجاب میں 400 بیڈ پلانٹر نصف قیمت پر مہیا کئے جائیں گے-ان میں نو مختلف قسم کے بیڈ پلانٹر شامل ہیں جن کی قیمت 60000/- روپے سے لے کر 320000/- روپے تک ہے جن کا نصف بطور سبسڈی دیا جائے گا-

(iii) ٹیوب ویل بورنگ کے لئے ہینڈ بورنگ پلانٹ کسانوں کو 45 فیصد سے 68 فیصد سبسڈی پر مہیا کئے جاتے ہیں-مزید برآں حکومت نے زرعی مقاصد کے لئے بلڈوزروں کے استعمال پر سبسڈی دوبارہ بڑھادی ہے اور اب بلڈوزر دوبارہ 560 روپے فی گھنٹہ کے حساب سے دستیاب ہیں-

(iv) حکومت نے دس ہزار ٹریکٹر بحساب 2 لاکھ روپے فی ٹریکٹر سبسڈی دینے کا فیصلہ بھی کیا ہے-

(ب) کھاد کی مد میں حکومت پنجاب کسانوں کو سبسڈی فراہم نہیں کرتی تاہم وفاقی حکومت فاسفورس اور پوٹاش کھادوں پر سبسڈی فراہم کر رہی ہے- حالیہ بجٹ 2008-09 میں وفاقی حکومت نے ڈی اے پی کھاد پر سبسڈی 470 روپے سے بڑھا کر 1000 روپے فی بوری کر دی تھی- حال ہی میں ڈی اے پی کھاد پر سبسڈی مزید بڑھادی گئی ہے تاکہ فی بوری قیمت 3050 روپے سے تجاوز نہ کرے-اس کے علاوہ یوریا کھاد کی تیاری کے لئے گیس پر سبسڈی دی جاتی ہے- درآمدی یوریا پر بھی کافی بڑی سبسڈی دی جاتی ہے-مزید برآں وفاقی حکومت نے تمام زرعی مداخل پر جی ایس ٹی ختم کرنے کا اعلان کیا ہے-

(ج) کھاد ایک ڈی کنٹرولڈ (De-controlled) آئٹم ہے-حکومت اس کی قیمت مقرر نہیں کرتی- کھاد کی قیمتیں کھاد درآمد اور تقسیم کرنے والی کمپنیاں طلب اور رسد کی بنیاد پر مقرر کرتی ہیں- سال 2006 سے ڈی اے پی کی قیمت میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے-آج کل ڈی اے پی کھاد کی مارکیٹ قیمت 3000 سے 3150 روپے فی 50 کلو گرام بوری ہے- موجودہ بجٹ 2008-09 میں وفاقی حکومت کی طرف سے ڈی اے پی پر سبسڈی 470/- روپے سے بڑھا کر 1000/- روپے فی بوری کر دی گئی ہے-انٹرنیشنل مارکیٹ میں ڈی اے پی کھاد کی قیمت بدستور بڑھ رہی ہے تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ وفاقی

حکومت نے اعلان کیا ہے کہ کسان کو کھاد 3050 روپے ہی میں ملے گی اور اس سے زائد کا تمام بوجھ وفاقی حکومت برداشت کرے گی۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال ہے تو کریں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میرے سوال کے جواب میں بتایا گیا ہے کہ "یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب کسانوں کو ریلیف دینے کے لئے مختلف مدات پر سبسڈی دیتی ہے جو کروڑوں کی شکل میں ہوتی ہے۔" اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ 2500 لیزر لینڈ لیولر دیئے گئے ہیں جن پر فی کس حکومت نے ایک لاکھ 60 ہزار روپیہ سبسڈی دیتی ہے اگر اس مد کو دیکھا جائے تو 40 کروڑ روپے کی سبسڈی بنتی ہے۔ اسی طرح اگلے جز میں بتایا گیا ہے کہ بیڈ پلانٹر میں بھی 60 ہزار سے لے کر سوا تین لاکھ روپے کی سبسڈی دی جاتی ہے جو کروڑوں کی سبسڈی بنتی ہے۔ یہ کام یقیناً بڑے اچھے کام ہیں جو موجودہ حکومت کر رہی ہے۔ جناب وزیر صاحب بھی محنت کر رہے ہیں لیکن اس میں اصل چیز یہ ہے کہ کسانوں کی تمام محنت اور جسمانی مشقت اس وقت ضائع ہو جاتی ہے جب ان کو کھاد کی دستیابی کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہاں پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ گیس پر بھی سبسڈی دی جاتی ہے اور جو یوریا کھاد درآمد کی جاتی ہے اس پر بھی کروڑوں روپے کی سبسڈی دی جاتی ہے۔

میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اربوں روپے کی جو سبسڈی دی جاتی ہے اور ہمیشہ یہ مسئلہ رہا ہے اور یقیناً وقت سے پہلے پتا بھی چل جاتا ہے کہ اس دفعہ یوریا کھاد کی کمی کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کو درآمد بھی کیا جائے گا اس کے متعلق کبھی یہ ہوتا ہے کہ کراچی میں منگوایا گیا اور وہ گوادر چلی گئی جس وجہ سے دیر ہو گئی۔ ان تمام مسائل کے لئے جو اتنے اربوں روپے کی سبسڈی دی جاتی ہے کیا یہ ممکن ہے کہ یوریا کھاد کی مقدار بڑھانے کے لئے اور اپنی ضروریات کے مطابق اس کو پیدا کرنے کے لئے ہم مقامی طور پر کوئی اقدامات کریں اور یوریا کی پیداوار کو بڑھائیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ہماری اندرون ملک مجموعی طور پر یوریا کھاد کی پیداوار 48 لاکھ ٹن ہے جبکہ ہماری ضرورت ستاون، اٹھاون لاکھ ٹن ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، اعجاز شفیع صاحب!

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ہم نے پہلے دن ہی وزیر قانون صاحب کو آپ کی وساطت سے فرمایا تھا کہ ہمارے پنجاب کی 70 فیصد سے زیادہ آبادی کا زراعت پر انحصار ہے لیکن انتہائی افسوس اور دکھ کی بات ہے اور ہم نے پہلے بھی کہا تھا کہ آج جو زمیندار کا یوریا کھاد اور D.A.P لینے کے لئے حشر ہو رہا ہے، آج جو زمیندار کا کپاس بیچنے کے لئے حشر ہو رہا ہے اور باسمتی چاول بیچنے کے لئے حشر ہو رہا ہے۔ اس میں میری گزارش ہے اور میں وزیر قانون سے ہاتھ باندھ کر درخواست کرتا ہوں کہ زراعت پر ایک دن بحث رکھی جائے کیونکہ یہ ایک ایسا issue ہے کہ ایک دن پہلے بات ہوئی تو انہوں نے اس کو گول مول کر کے پھر kill کر دیا۔ آپ ہاؤس میں ایک دن open بحث کیوں نہیں رکھ رہے؟ میری یہ التجا ہے۔

جناب قاسم ضیاء: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب قاسم ضیاء: جناب سپیکر! آپ نے ابھی مجھے کہا تھا کہ میں احمد محمود صاحب سے جا کر بات کروں۔ میں آپ کی وساطت سے ہاؤس کو بتانا چاہتا ہوں کہ بڑے معزز طریقے سے سینئر پارلیمنٹیرین احمد محمود صاحب نے اس ہاؤس کا خیال کرتے ہوئے اس بات سے اتفاق کیا ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ اس طرح کا معاملہ جو اس ہاؤس میں آیا ہے اگر اپوزیشن کو اعتراض نہ ہو تو ایک کمیٹی بنا دیں اور یہ معاملہ اس کمیٹی کے سپرد کر دیں لیکن ادھر debate نہ کی جائے اور اس کو اخباروں کی زینت نہ بنایا جائے۔ facts findings ہم دیکھ لیں گے اس کے بعد پھر ہم اس پر بات کر لیں گے۔ I think House should thank Ahmad Mehmood Sahib کہ انہوں نے اپنی ذات سے بالاتر ہو کر سمجھا کہ ان کا valid point ہے اور یہاں debate ہونی چاہئے تو وہ اس بات سے پیچھے ہٹے ہیں اور کہا ہے کہ ٹھیک ہے چونکہ پورے ہاؤس میں تمام ممبران کی عزت ہمارے لئے مقدم ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ آپ کمیٹی بنا دیں صرف اپوزیشن سے پوچھ لیں اگر انہیں کوئی اعتراض نہ ہو۔ میں اپوزیشن سے یہ بھی request کروں گا کہ جو باتیں انہوں نے کی ہیں اگر کبھی آئندہ ان کا یا کسی اور ممبر کا معاملہ ہو تو پھر کمیٹی کے پاس لے آئیں، بجائے اس کے کہ ہم اس کو آپس میں decide کریں rather than ہم اخباروں اور دنیا کی جگ ہنسائی بنیں۔

جناب سپیکر: آپ نے بہت اچھی بات کی ہے اور میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے بات مان لی اور مجھے امید بھی تھی۔ میں نے اسی لئے آپ دونوں کو وہاں بھیجا تھا اور الحمد للہ کہ اس میں کامیابی ہوئی ہے۔ جہاں تک معاملہ کمیٹی کا ہے تو میں، لاء منسٹر صاحب اور قائد حزب اختلاف بیٹھ کر اس کمیٹی کے نام وہاں announce کریں گے لیکن یہاں میں نہیں کروں گا۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور جو آپ نے حکم کیا تھا کہ میں اور قاسم ضیاء صاحب باہر جا کر بیٹھیں۔ میں قاسم ضیاء صاحب کی اس لئے بھی عزت کرتا ہوں کہ وہ ایک بہت بڑی پارٹی کے لیڈر ہیں۔ جب قاسم ضیاء صاحب مجھ سے بات کر رہے تھے تو مجھے احساس تھا کہ ان کے پیچھے بہت بڑی پارٹی کی بھی support ہے۔ لہذا میں نے ان سے یہی گزارش کی کہ اگر آپ اس معاملے کو ہاؤس کمیٹی کے سپرد کر دیتے ہیں تو میں اس پر agitate نہیں کروں گا۔ لہذا آپ کے اور قاسم ضیاء صاحب کے حکم کے مطابق میں اس کو agitate نہیں کرتا بشرطیکہ آپ اس پر کمیٹی بنا کر یہ معاملہ اس کے سپرد کر دیں۔

جناب سپیکر: میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ ہم بیٹھیں گے اور بیٹھ کر کمیٹی کے ممبران کا نام آپس میں decide کر لیں گے۔

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میری اس میں یہ گزارش ہے کہ یا تو آپ اس issue کو ہاؤس کمیٹی کے پاس بھیج دیں یا جو کمیٹی آپ ادھر ہاؤس میں announce کریں گے وہ effective ہو گی۔

جناب سپیکر: وہ ہم مشورہ کر کے announce کر دیں گے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں یہ جاننا چاہوں گا کہ یہ جو مک مکا کی بات ہوئی ہے، ایوان کو بھی واضح طور پر بتایا جائے کہ یہ مخدوم سید احمد محمود صاحب۔۔۔

جناب سپیکر: اس point کو اب چھوڑ دیں۔ اس پر بات ہو چکی ہے۔ شکریہ

میاں محمد رفیق: بتایا جائے کہ کیا یہ ہاؤس کی پراپرٹی نہیں ہے؟

جناب سپیکر: یہ پراپرٹی اس ایوان کی ہے اور انشاء اللہ یہیں رہے گی اس کو کوئی اور نہیں لے جا سکتا۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں معزز ممبران سے یہ گزارش کروں گا کہ قاسم ضیاء صاحب نے جو تجویز دی اس کے بعد مخدوم احمد محمود صاحب سے انہوں نے اس معاملے پر بات کی تو پھر قائد حزب اختلاف اور میرے ساتھ بھی اس معاملے کو discuss کیا۔ میں معزز ہاؤس کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آج اس پر دو گھنٹے کا ٹائم debate کے لئے تھا تو دو گھنٹے debate ہونے کے بعد بھی یہ معاملہ انکوائری اور fact finding کے لئے یا تو متعلقہ محکمے کے پاس جانا تھا یا پھر ہاؤس کی کمیٹی کے پاس جانا تھا۔ اب اس میں فیصلہ صرف یہ ہوا ہے کہ دو گھنٹے کی بحث میں جس قسم کی بات ہو گی اور سب کو پتا ہے کہ بات بعض اوقات ان حدود یا four corners میں نہیں رہتی جہاں پر رہنی چاہئے اس لئے مناسب ہے کہ جس فیصلے پر آپ نے دو گھنٹے کی بحث کے بعد پہنچنا ہے اس فیصلے کو پہلے ہی مان لیا جائے۔ اس کے مطابق یہ معاملہ کمیٹی کے سپرد ہو گا۔ کمیٹی بھی اپنے طور پر fact finding کرے گی اور جب یہ معاملہ مخدوم احمد محمود صاحب نے اٹھایا ہے تو اس کی fact finding انکوائری کے آرڈر بورڈ آف ریونیو کو پہلے سے ہی کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے ابتدائی رپورٹ مجھے آج پیش کی ہے لیکن پھر بھی ان کو detail انکوائری کا کہا گیا ہے تو وہ انکوائری رپورٹ بھی متعلقہ کمیٹی کے سامنے اور کمیٹی کے ذریعے ہاؤس میں لائی جائے گی۔ تمام facts اس ہاؤس کے سامنے رکھنے کے بعد جو فیصلہ یہ ہاؤس کرے گا اس کے مطابق گورنمنٹ further proceed کرے گی۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

رائے صفدر عباس بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

رائے صفدر عباس بھٹی: جناب سپیکر! میرا تعلق ضلع لیہ سے ہے اور منسٹر زراعت کے ساتھ کا حلقہ ہے۔ میرے پاس D.C.O کی طرف سے چار سو بوری کی approval ہے لیکن منسٹر صاحب نے مجھے نہیں دیں حالانکہ یہ وہاں خود موجود تھے۔ مجبوراً مجھے گن پوائنٹ پر کھاد لینی پڑی۔

جناب سپیکر: میرے بھائی! آپ میرے چیمبر میں آ کر مجھ سے بات کریں، kindly بیٹھ جائیں۔

رائے صفدر عباس بھٹی: جناب سپیکر! میرے ضلع میں ٹرالے تقسیم کئے گئے اور خود منسٹر صاحب بھی وہاں موجود تھے۔

جناب سپیکر: آپ بیٹھ جائیں، آپ کے لئے بہتر ہے۔

رائے صفدر عباس بھٹی: جناب سپیکر! مجھے منسٹر صاحب نے ایک بوری بھی نہیں دی۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ میں آپ کو صحیح مشورہ دے رہا ہوں۔ تشریف رکھیں۔ بہتر بات ہے کہ آپ میرے ساتھ چیمبر میں آکر بات کر لینا کیونکہ یہ وقفہ سوالات ہے۔ مہربانی کریں۔

رائے صفدر عباس بھٹی: انہوں نے مجھے ایک بوری بھی نہیں دی۔

جناب سپیکر: میں ان سے پوچھوں گا۔ جب ہاؤس ختم ہو گا تو مجھے آپ مل لینا ہم آپ کی انشاء اللہ حق رسی کروائیں گے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! خدارا! اس پنجاب اور پاکستان سے مظلوم اور محنت کش کاشتکاروں کا جنازہ نہ نکالیں۔ لاء منسٹر صاحب commitment دینے میں کیا قباحت محسوس کر رہے ہیں کہ زراعت جو اتنا اہم issue ہے اس پر یہ commitment کیوں نہیں دے رہے کہ ہم کل اس پر open debate کرائیں گے؟

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس پر ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب سپیکر: یہ مسئلہ انتہائی ضروری ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Pre-budget discussion جاری ہے جو غالباً کل conclude ہو جائے گی۔ اس کے بعد جو دن یہ چاہیں بحث کے لئے مقرر کر لیں کیونکہ لاء اینڈ آرڈر پر بھی ہماری ان کے ساتھ commitment ہے اور ایگریکلچر یا کھاد کا جو معاملہ ہے اس پر یہ کوئی دن مقرر کر لیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں۔Order in the House.

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں اسی ضمن میں گزارش کرنا چاہتا تھا کہ ہماری پہلے دن ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ ہوئی تھی اور لاء منسٹر صاحب اگلے دن تشریف لائے تھے۔ اس میں ایک commitment تھی کہ pre-budget discussion کے بعد دو چیزوں کو prioritize کرنے کا حق لاء منسٹر صاحب کا ہے وہ prioritize کر لیں گے کہ پہلے کس issue پر بحث کو رکھنا ہے اور دوسرے پر کب رکھنا ہے کیونکہ ایک ایگریکلچر پر ہے اور دوسری لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہے۔ چونکہ اس دن فیصلہ ہو چکا تھا کہ prioritize یہ کریں گے اس لئے ہم اس کو commitment کے مطابق مانتے ہیں۔ اس وقت current issues دونوں بہت زیادہ اہم ہیں لیکن ہماری تجویز یہ ہے کہ اگر ایگریکلچر کو پہلے اور لاء اینڈ آرڈر کو دوسرے نمبر پر رکھ لیا جائے تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ میری یہی جناب کی خدمت میں استدعا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Pre-budget discussion اگر کل conclude ہو جاتی ہے تو جمعرات کو یہ زراعت پر بحث کے لئے تیاری کر لیں۔

جناب سپیکر: اس کو نوٹ کیا جائے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! اس کا مطلب ہے کہ پرسوں زراعت پر debate ہوگی۔

جناب سپیکر: انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! اگر عوام اس ملک میں زندہ ہوگی تو اس کے لئے pre-budget بنائیں گے۔ جب آپ ان کا جنازہ نکال رہے ہیں، ان کو کھاد دے رہے ہیں اور نہ ہی کپاس کی قیمت دے رہے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: کل پھر ایگریکلچر کے لئے رکھ لیں اور conclude جمعرات کو کر لیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! pre-budget جمعرات کو conclude کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، اسے ایک دن آگے لے جائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): اگر فنانس منسٹر کو اعتراض نہیں ہے تو رکھ لیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر فنانس!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ کل pre-budget debate conclude ہونے دیں اور اس کے بعد پرسوں اور اگر ایک دن سے زیادہ بھی ضرورت پڑے تو زراعت پر بحث جاری رکھنی چاہئے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! زراعت پر بحث کے لئے دن fix کر دیں تاکہ کوئی confusion نہ رہے۔

جناب سپیکر: یہ نوٹ کیا جائے کہ زراعت پر جمعرات کو بحث کی جائے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں کوئی confusion نہیں ہے۔ جمعرات کو زراعت پر بحث کر لیں اور جمعہ کو لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے جمعہ کو لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہو گی۔

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے بھائی نے یہاں پر کہا ہے کہ زمینداروں کا بڑا برا حال ہے تو میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ وفاقی حکومت اس وقت تین لاکھ بیگ روزانہ صوبہ پنجاب کو دے رہی ہے۔ نومبر میں پورے پنجاب میں کھاد کی 21 فیصد کمی تھی اب shortage صرف پانچ فیصد رہ گئی ہے اور اگلے چھ، سات دنوں میں یہ کمی بھی پوری کر دی جائے گی۔ اس کمی ہونے کی بہت سی وجوہات ہیں اور میں کسی پر کیچڑ نہیں اچھالنا چاہتا۔ جس طرح ہمیں اور بہت سے گند ورثے میں ملے ہیں تو یہ بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ میں کسی پر کیچڑ نہیں اچھالتا۔۔۔

جناب سپیکر: اچھی بات ہے اور اچھے آدمی صفائی رکھتے ہیں۔

سینئر وزیر/وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! پانچ فیصد کمی بھی جلد ہی پوری کر لی جائے گی اور ہم نے صفائی بھی کر دی ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ایک سینئر منسٹر اور آبپاشی کے وزیر۔۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! وہ تو چلے گئے ہیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! سینئر وزیر اگر اس طرح کی باتیں کریں گے کہ یوریا کھاد کی پانچ دن کے بعد کمی دور ہو جائے گی تو اب یوریا کھاد کی جتنی مرضی فیکٹریاں بھی لگا لیں اس کا فائدہ عوام کو نہیں ہو گا، اس کا فائدہ کاشت کار کو نہیں ہو گا اور اس کا فائدہ گندم کو نہیں ہے۔ خدارا! کم از کم کچھ تو ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے کیونکہ 70 فیصد آبادی کا انحصار زراعت پر ہے اور وزیر آبپاشی اتنی غیر ذمہ دارانہ بات کر کے گئے ہیں کہ پانچ دن بعد کمی پوری ہو جائے گی۔ یہاں میرے سارے دوست زمیندار بیٹھے ہیں تو پوری دیانتداری سے یہ بتائیں کہ اگر پانچ دن یا ایک ہفتہ بعد یوریا کھاد آئے گی تو اس کا گندم کی فصل پر کیا impact ہو گا؟

جناب محمد ثنااللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد ثنااللہ خان مستی خیل: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سینئر منسٹر کی بات کو چیلنج نہیں کر رہا بلکہ حقائق بتا رہا ہوں کہ میرا تعلق ضلع بھکر سے ہے جہاں سے وزیر اعلیٰ پنجاب منتخب ہوئے ہیں اور میں بھی پاکستان مسلم لیگ (ن) کی ٹکٹ پر منتخب ہوا ہوں۔ میں چیلنج کے ساتھ کہہ رہا ہوں، میں سیکرٹری زراعت کے پاس گیا، میں نے تین دفعہ منسٹر صاحب سے بات کی، ایک دانہ میری constituency میں، میرے حلقہ کلور کوٹ پی پی۔47 میں نہیں گیا۔ کیا ہم اسرائیل کے شہری ہیں، کیا ہم ہندوستان کے شہری ہیں؟ یہ کہہ رہے ہیں کہ گندم بڑھا رہے ہیں تو یہ کیسی گندم بڑھا رہے ہیں؟ ہم نے زراعت کے لئے پالیسی۔۔۔

جناب سپیکر: مستی خیل صاحب! تشریف رکھیں۔ زراعت پر بحث کے وقت آپ کو پورا ٹائم دیا جائے گا۔ جی، میاں نصیر صاحب! آپ کا سوال مکمل ہوا۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں نے ضمنی سوال کیا تھا جس کا ابھی تک جواب نہیں آیا۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہاں پر جو بات بھی ہوتی ہے fact کے مطابق ہوتی ہے۔ میں نے جو بھی کہا fact کے مطابق کہا اور حقیقت یہی ہے کہ پاکستان میں ہماری یوریا کھاد کی

مجموعی پیداوار 48 لاکھ ٹن ہے۔ گیس کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے شیخوپورہ میں داؤد ہر کولیس کے پلانٹ کی capacity ایک ہزار ٹن روزانہ کی ہے لیکن وہاں پر پانچ سو ٹن پیداوار تیار ہوئی۔ اسی طریقہ سے پاک امریکن کی روزانہ پیداوار 1100 ٹن ہے لیکن وہاں بھی پانچ سو ٹن پیداوار ہوئی۔ پاک عرب فرٹیلائزر میں بھی گیس کی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے کمی ہوئی اور کل 48 لاکھ ٹن کی بجائے 39 لاکھ ٹن پیدا ہوئی جبکہ ہماری کھاد کی ضرورت 57 لاکھ ٹن ہے۔ یہ 8/7 لاکھ ٹن کا gap جو کہ import سے پورا ہونا ہے لیکن پانچ لاکھ ٹن کے قریب import ہوئی ہے۔ ابھی ڈیڑھ لاکھ ٹن کی کمی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہفتہ تک گندم کے لئے یوریا کھاد کی ضروریات پوری ہو جائیں گی۔

جناب سپیکر! آئندہ کے لئے ہم نے وفاقی حکومت کو کہا ہے کہ براہ مہربانی مستقل اور باقاعدہ طور پر یوریا کھاد درآمد کی جائے کیونکہ ابھی یوریا کھاد کے نئے لگنے والے پلانٹ میں دس ہزار ٹن زیادہ پیداوار ہوگی لیکن اس میں ابھی وقت لگے گا۔ اس پلانٹ کے چلنے کے بعد کھاد کی مجموعی پیداوار۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! یہ فرمائیں کہ آیا اس وقت کاشت کار کو یوریا کھاد کی ضرورت ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! گندم میں اب یوریا کھاد کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ نومبر میں گندم کاشت ہوئی اور دسمبر میں اسے کھاد چاہئے تھی جو کہ جنوری میں ڈالی گئی۔ اب یوریا کھاد ڈالنے کا اتنا زیادہ فائدہ نہیں ہے کیونکہ اس سے تیلے کا حملے ہوتا ہے، جو یوریا کھاد اب تک پڑ چکی ہے وہی کافی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجموعی طور پر تقریباً کھاد کافی ہے اور ایک panic ہے جس کی وجہ سے لوگ خوف زدہ ہیں کہ آئندہ فصل کے لئے وہ کھاد کہاں سے لیں گے اس لئے کچھ لوگ کھاد خرید کر سٹور کر رہے ہیں۔ 38 فیصد ڈی اے پی کھاد کا کم استعمال ہوا ہے اور یہ اس لئے ہوا ہے کہ ڈی اے پی کھاد بہت مہنگی تھی اور کاشت کاروں نے یوریا کھاد پر زیادہ depend کیا اور درکار مقدار سے زیادہ یوریا کھاد استعمال کی ہے۔ Shortage جو ہے وہ تو ہے لیکن یہ دیر سے درآمد ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ گوادر پورٹ کے ذریعے کھاد درآمد ہوئی اور دو جگہ پر transportation ہوئی ہے لیکن حکومت پنجاب اور وفاقی حکومت دونوں نے اپنے طور پر کوشش کی ہے کہ بروقت پہنچے۔ درآمد کرتے وقت مسائل اپنی جگہ پر ہیں لیکن کھاد ڈیلروں کے خلاف تین ماہ کے دوران 1300 پرچے درج ہوئے ہیں اور مجموعی طور پر آٹھ سالوں کے دوران 1900 پرچے ہوئے لیکن ان تین ماہ میں ڈیلروں کے خلاف 1300 پرچے درج ہوئے ہیں۔ ڈیلروں پر سخت پریشر رہا ہے لیکن یوٹیلٹی سٹور اور این ایف سی کے بنائے گئے stock point پر بڑی محدود کھاد تقسیم ہوئی جس کی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ اب ایک

لاکھ ٹن کے قریب کھاد کی کمی ہے لیکن مزید درآمد کی جارہی ہے اور چند دنوں میں اس کمی کو دور کر دیا جائے گا اور یہ معاملہ بالکل normal ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! میری آپ سے صرف یہ گزارش ہے کہ جب اس کی ضرورت ہو، اس سے قبل آپ کے پاس یہ stock ہونا چاہئے۔ آپ کو اس چیز کا پتا ہونا چاہئے کہ ہماری کتنی demand ہے، ہم نے کتنی درآمد کرنی ہے، آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ sowing season سے پہلے اگر ڈی اے پی ہے تو اس کا اور اگر یوریا ہے تو جو اس کا وقت ہے اس وقت پر اگر کاشتکاروں کو نہ ملے تو میں نہیں سمجھتا کہ اتنا پیسا خرچ کر کے بھی اس سے فصل کو کوئی فائدہ پہنچے؟ اب آپ جو کھاد کاشتکاروں کو دیں گے تو اب اگر کھاد ڈالی جائے گی تو میرے خیال میں اس سے وہ ایک ایکڑ میں ایک من گندم بھی زیادہ نہیں لے پائے گا۔ مستقبل میں اس حوالے سے پلاننگ ٹھیک کروائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! آپ بہتر جانتے ہیں اور میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ایسی بات ایوان میں کی جائے کیونکہ اب بات ہوئی ہے تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ 23۔اکتوبر کو وفاقی ادارہ برائے ایگریکلچر کی high power committee کی میٹنگ کے دوران میں نے خود کہا کہ اگر گندم کی پیداوار بڑھانی ہے اور ہم گندم زیادہ اگاؤ کی مہم چلا رہے ہیں تو اس میں تین چار factors ہیں۔ ایک ہمیں یوریا کھاد سات لاکھ ٹن کم ملی ہے جو کہ فراہم کی جائے۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! لمبی بات کرنے کا فائدہ نہیں ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ پہلے پلاننگ کر لیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں بڑی اہم بات کر رہا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ جس وقت ربیع کی فصل شروع ہوئی تو inventory میں فیکٹریوں کے پاس ایک ٹن کھاد بھی موجود نہیں تھی اور ہم نے پہلے بتا دیا تھا کہ مقامی پیداوار ضروریات پوری نہیں کرتی لہذا فوری طور پر کھاد درآمد کی جائے لیکن اکتوبر میں ایک لاکھ 15 ہزار ٹن درآمد کی گئی اور نومبر میں درآمد ہی نہیں ہوئی جبکہ دسمبر میں بعد میں درآمد شروع ہوئی۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہوا لیکن اس میں اور بھی مسائل ہوں گے اور ہم نے بار بار کہا کیونکہ درآمد اسلام آباد سے وفاقی حکومت کے ذریعے ہوتی ہے یہ صوبائی حکومت نہیں کرتی۔ ہم نے ہر میٹنگ میں بتایا کہ سات لاکھ ٹن کی کمی ہے۔ اس سے پہلے جب گندم کا سیزن شروع ہوتا تھا ڈیلروں کے پاس advance کھاد ان کے گوداموں میں پڑی ہوتی تھی۔ یہاں پر 3263 ڈیلروں کا network ہے، جن کے گوداموں میں کھاد پڑی ہوتی تھی اور کاشتکاروں کو مل

جاتی تھی۔ اب ان ڈیلروں کا network محدود کر دیا گیا ہے۔ اس میں این ایف سی اور یوٹیلٹی سٹور پر کھاد کی فراہمی regular نہ ہو سکی۔ ہم نے اب بھی کہا کہ چار لاکھ ٹن اور import کی جائے۔ ہم نے Federal Government کو ابھی کہا ہے اور انشاء اللہ وفاق کی حکومت نے وعدہ کیا ہے کہ وہ چار لاکھ ٹن import کریں گے۔ (شور وغل)

جناب سپیکر: دیکھیں، ٹائم ختم ہونے کو ہے بات آگے چلنے دیں۔ یہ بڑے ضروری سوالات ہیں، تمام ممبران تشریف رکھیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! کاشتکار بہت پریشان ہے، اسے کھاد نہیں مل رہی ہے۔ جب ہم ان کے پاس جاتے ہیں وہ ہمارا گریبان پکڑتے ہیں کہ ہمارے لئے کیا کر رہے ہو؟ کسی کو کوئی کھاد نہیں مل رہی ہے۔ کروڑوں روپے کی کمیشن کھائی جا رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: مستی خیل صاحب! اس پر بحث ہوگی آپ پوری تیاری سے آئیں، اس وقت question hour ہے آگے آپ کے سوال آ رہے ہیں۔ (شور وغل)

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: کھاد کے معاملے میں کروڑوں روپے کے گھپلے ہوئے اور اربوں روپے کی کمیشن کھائی گئی۔۔۔

جناب سپیکر: ہم حساب لیں گے don't worry تھوڑا سا موقع دیں۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: ہمیں عوام پوچھتی ہے اور ہم یہاں اللہ کی طاقت سے آئے ہیں، ہم یہاں عوام کی طاقت سے آئے ہیں، کوئی اور ہمیں نہیں یہاں لایا۔ یہاں عوام کی کوئی بات نہیں ہو رہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ پورے جوش سے بحث کرنا جب اس کا دن آئے گا لیکن اس وقت سوال کا وقت ہے آپ کیا کر رہے ہیں؟ میں اس کو پھر wind up کرنے والا ہوں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! وفاقی حکومت عوام سے سوتیلی ماں والا سلوک کر رہی ہے۔ وہ پنجاب حکومت سے سوتیلی ماں والا سلوک کرے، عوام سے نہ کرے۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ میں تمام ممبران سے کہوں گا کہ یہ سوالات بہت ضروری ہیں اور یہ Agriculture سے متعلقہ ہیں مہربانی فرمائیں جنہوں نے تقاریر کرنی ہیں ان کے لئے ہم نے ٹائم fix کر دیا ہے۔ جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اعجاز شفیع صاحب نے وفاقی حکومت پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ پنجاب حکومت سے سوتیلی ماں والا سلوک کرے، عوام سے نہ کرے۔[*********] حالات خود انہوں نے پیدا کئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ چھوڑ دیں، یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: انہوں نے کھاد کا بحران پیدا کیا اور یہ ہماری بات کرتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں بڑی مہربانی۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں اس ناروا سلوک پر واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! مجھے ضمنی سوال کرنے دیں، میں نے سوال کیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نصیر صاحب! یہ صرف آپ کے لئے ہی نہیں ہے دوسروں کے بھی سوالات ہیں، آپ مہربانی فرمائیں بس اب چھوڑ دیں، شکریہ

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ بات سب سے زیادہ ضروری ہے۔

جناب سپیکر: جی، یہ ضروری ہے اور ہم نے کہہ دیا ہے کہ یہ ضروری ہے، آپ کیا کر رہے ہیں؟ تشریف رکھیں۔ جی، رانا صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز ممبران کو اس بات کی یقین دہانی کروانی چاہتا ہوں کہ جب کھاد کے مسئلے کی اہمیت کا نوٹس لے لیا گیا اور اس کے لئے باقاعدہ ٹائم اور دن fix ہو گیا تو وہ اپنے جذبات کو جمع خاطر رکھیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس دن تمام متعلقہ محکمے بھی یہاں پر موجود ہوں گے۔ اس دن یہ جتنی بات کرنا چاہیں بلکہ اگر ہاؤس کی یہ sense ہو تو ہم اس دن routine کا business نہیں لیں گے اور سارا دن اس مسئلے پر بحث کریں گے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: جی، جی۔ اس پر تفصیلی بحث ہو گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جو ممبران اسی موضوع پر بات کرتے کرتے جذبات میں آکر باہر چلے گئے ہیں ان سے بھی میں گزارش کروں گا کہ وہ واپس تشریف لے آئیں۔ میں ڈاکٹر اسد اشرف سے کہوں گا کہ وہ جائیں اور مستی خیل صاحب کو لے آئیں۔

جناب سپیکر: کون گئے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): ایک ممبر غالباً ثناء اللہ مستی خیل صاحب باہر چلے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: مستی خیل صاحب! اندر آ جائیں میں آپ کی پوری نمائندگی کر رہا ہوں اس کے باوجود پھر آپ باہر چلے گئے ہیں۔ آپ کو بحث کرنے کے لئے مکمل طور پر ٹائم دیا ہے، آپ اس دن بحث کے لئے پوری طرح تیار ہو کر آئیں۔ اب اندر تشریف لے آئیں، براہ مہربانی آپ ہاؤس میں آ جائیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ بحث کب ہو گی؟

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ کہاں بیٹھے ہیں، ہاؤس میں بیٹھے ہیں یا کہیں اور بیٹھے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں تو یہاں ہی تھا۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 384 ہے اور اسے پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اسے پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سپر کرنل چاول کی قیمت میں اضافہ

*384: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نومبر 2006 میں سپر کرنل چاول کی قیمت 28 روپے تھی اور نومبر 2007 میں یہ قیمت بڑھ کر 50 روپے کر دی گئی، سال 2008 میں اس کی قیمت 115 گنا بڑھا دی گئی اور اس وقت چاول 130 روپے فی کلو فروخت ہو رہا ہے؟

(ب) ایوان کو آگاہ کیا جائے کہ اس زرعی ملک میں اتنے قلیل وقت میں چاول کی قیمت اتنی تیزی سے بڑھنے کی کیا وجوہات ہیں؟

(ج) حکومت غریب عوام کو کم قیمت پر چاول فراہم کرنے کے لئے کیا منصوبہ تیار کر رہی ہے، اس کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) نومبر 2006 میں پنجاب کی مختلف منڈیوں میں سپر کرنل چاول کی تھوک میں اوسط قیمت 26.92روپے سے 32.08روپے فی کلو گرام رہی۔نومبر 2007 میں اس کی اوسط قیمت بڑھ کر 43.85روپے سے55.00روپے فی کلو ہو گئی۔ مئی 2008 میں چاول کی زیادہ سے زیادہ اوسط قیمت 73.95روپے سے 94.85روپے فی کلو تک رہی۔چاول کی نومبر 2006اور نومبر 2007 سے مئی2008 کی قیمتوں کے موازنہ کا چارٹ اور گزشتہ تین سال کی قیمتوں کا گراف ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) سال2005-06 کے بعد چاول کے زیر کاشت رقبہ اور پیداوار میں اضافہ کی بجائے معمولی سی کمی ہوئی ہے۔ سال2006-07 میں دنیا میں چاول پیدا کرنے والے ممالک خصوصاً انڈیا میں چاول کی فصل ناموافق حالات کی وجہ سے اچھی نہ ہو سکی جس وجہ سے انڈیا سے چاول کی برآمد کم ہوئی۔اس کمی کو پورا کرنے کے لئے چاول درآمد کرنے والے ممالک نے پاکستان کا رخ کیا جس وجہ سے پاکستان سے چاول کی برآمد میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔خصوصاً ایران نے متوقع بین الاقوامی پابندیوں اور جنگ کے غیر یقینی حالات کے پیش نظر پاکستان سے زیادہ چاول درآمد کیا۔چائنہ نے بھی معمول سے زیادہ چاول پاکستان سے درآمد کیا۔سال2006-07 میں پاکستان نے چاول کی برآمد سے 1.88 بلین امریکن ڈالر کا زر مبادلہ کمایا۔اس وجہ سے مقامی منڈی میں چاول کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ سال2007-08 میں چاول کی کاشت کے لئے اس کی زرعی inputیعنی کھادوں، بیج، زرعی ادویات، ڈیزل اور بجلی کی قیمتوں میں گزشتہ سالوں کی نسبت غیر معمولی اضافہ ہو گیا۔ نیز چاول کی بیرون ملک برآمد میں بھی اضافہ جاری رہا۔ جس وجہ سے چاول کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافے کا رجحان جاری رہا۔سال2008 میں چاول کی قیمت زیادہ سے زیادہ 10000روپے فی 100کلو گرام بوری کی سطح پر رہی اب یہ کم ہو کر 6500روپے فی100 کلو گرام بوری ہو گئی ہے۔سال2007-08 میں اچھی قیمت ملنے کی وجہ سے اس سال چاول کی فصل 13 فیصد زائد رقبہ پر کاشت ہوئی ہے۔اس طرح اچھی

قیمت اور اچھی پیداوار کے ذریعے کسان کے خوشحال ہونے کے اچھے مواقع پیدا ہو رہے ہیں۔

(ج) وفاقی حکومت نے پنجاب حکومت کو صوبے کے عوام کی ضروریات اور برآمد کو مدنظر رکھتے ہوئے چاول کے مندرجہ ذیل اہداف مقرر کئے ہیں:-

نمبر شمار	اقسام	رقبہ (ہزار ایکڑ)	پیداوار (ہزار ٹن)	پیداوار (ٹن فی ایکڑ)
1	باسمتی	3679.5	2666.4	32.4
2	اری/ دوسری اقسام	630.2	622.4	44.1
3	کل	43.9.7	3288.8	34.1

محکمہ زراعت پنجاب ان اہداف کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور محنت کر رہا ہے چونکہ بارشیں وقت پر ہوئی ہیں اور حکومت نے تمام زرعی مداخل پر جی ایس ٹی ختم کر دیا ہے جس سے ان کی مناسب قیمت پر دستیابی ہو گی۔ فاسفورسی کھادوں پر وفاقی حکومت نے سبسڈی 470 سے بڑھا کر 1000 روپے فی بوری کر دی ہے جس سے کھادوں کا استعمال بھی بڑھے گا۔ محکمہ زراعت بھی زرعی مداخل خصوصاً کھادوں اور زرعی ادویات کی ملاوٹ سے پاک بروقت فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ ان کوششوں سے انشاء اللہ چاول کی قیمت مزید کم ہو گی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا وزیر موصوف سے ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے میرے سوال کے جواب میں جو detail دی ہے میں نے 2006، 2007 اور 2008 کے حوالے سے چاولوں کی قیمتیں پوچھی تھیں۔ ان کی طرف سے جواب تھوک میں آیا ہے۔ پہلے تو مجھے وزیر موصوف یہ بتادیں کہ سوال جس sense میں کیا گیا ہے اس sense میں جواب کیوں نہیں آیا؟ جو انہوں نے comparison پیش کیا ہے اس کی رو سے مجھے قیمتوں کے حوالے سے گراف بھی دیا گیا ہے۔ محکمے نے جو گراف بنایا ہے اس کی رو سے 2008 میں قیمت کا گراف 50 روپے سے 90 روپے تک پہنچ گیا ہے جبکہ میں نے سوال retail price کے حوالے سے دیا تھا تو انہوں نے جواب تھوک کے ریٹ میں دیا ہے۔ پوری دنیا گواہ ہے، تمام ممبران، پورا میڈیا گواہ ہے کہ چاول 130 روپے سے بھی زیادہ قیمت میں فروخت ہوا اور انہوں نے تھوک کی قیمت 90 روپے بتائی ہے۔ اس

comparison کو بھی سامنے رکھا جائے اور یہ گراف دیکھیں کہ 2008 میں چودھری پرویز الٰہی کی حکومت ختم ہونے کے بعد۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! پہلے آپ اپنا سوال دیکھیں کہ آپ نے اس میں کیا لکھا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ سپر کرنل چاول کی قیمت 28 روپے تھی۔ 28 روپے کیا تھی؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! محکمے نے یہی جواب تھوک کی قیمت میں دے دیا ہے جبکہ میں نے retail price بیان کی تھی۔ یہاں دیکھیں حالات ملتے جلتے ہیں لیکن 2008 میں اس گراف کی رو سے قیمت اتنی تیزی سے rise کر گئی۔ 2008 میں چودھری پرویز الٰہی کی حکومت ختم ہونے کے بعد۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کسی کی حکومت کو چھوڑیں آپ اس سوال سے متعلقہ بات کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ یہ قیمت اتنی تیزی سے rise کیوں ہوئی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ چاول کی پیداوار جتنی بھی ہوئی اس میں انڈیا میں چاول کم پیدا ہوا، بیرون ممالک میں چاول کی مانگ بہت بڑھ گئی۔۔۔

جناب سپیکر: چودھری غفور صاحب! آپ مستی خیل صاحب کو باہر سے اندر لے کر آئیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کا سپر باسمتی پوری دنیا میں جاتا ہے۔ اسے یورپ کے ممالک میں پسند کیا جاتا ہے اور مشرق وسطیٰ میں بھی پسند کیا جاتا ہے۔ چونکہ عالمی سطح پر قیمتیں بہت بڑھی ہوئی تھیں اور کافی مقدار میں چاول باہر export ہو گیا اور کاشتکار کو اس کی اچھی قیمت بھی ملی جس کی وجہ سے چاول کی قیمت پرچون میں بڑھ گئی لیکن اب اس سال ایسا نہیں ہو گا کیونکہ جو پچھلے سال چاول 43 لاکھ ایکڑ پر کاشت ہوا تھا اس سال 48 لاکھ ایکڑ پر کاشت ہوا ہے اور مجموعی طور پر پیداوار جو ہم نے 33 لاکھ ٹن کا تخمینہ لگایا تھا، 38 لاکھ ٹن چاول پیدا ہوا ہے جس وجہ سے آج مارکیٹ میں 61 روپے فی کلو چاول کی قیمت ہے اور اب قیمت کافی down ہو گئی ہے۔ پچھلے سال قیمت بڑھی تھی اس سال قیمت زیادہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ! آپ اس بات سے مطمئن ہیں؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا سوال پھر وہیں پر stand کر رہا ہے، اس کا جواب وزیر موصوف نہیں دے سکے کہ یہ جو انہوں نے figures بتائے ہیں یہ محکمے کی طرف سے آئے ہیں اس میں 2006 اور 2007 میں جب چاول باہر export ہو رہا تھا اس وقت قیمت کنٹرول میں تھی لیکن 2008 میں گراف کے مطابق، یہ آپ کے ہی دورِ حکومت میں آپ کا محکمہ یہ گراف بنا کر دے رہا ہے۔

جناب سپیکر: یہ آپ کس کو کہہ رہی ہیں؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ میں وزیر موصوف کو کہہ رہی ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ پھر دیکھ لیں۔ (قہقہے)

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں ان کی حکومت کی بات کر رہی ہوں کہ 2008 میں یہ گراف اتنا اونچا کیسے چلا گیا جبکہ جتنی بھی export ہوئی ہے وہ 2006 اور 2007 میں ہوئی ہے پھر یہ 2008 میں اتنا کیسے بڑھ گیا؟ انہوں نے یہ جواب دیا ہے اس کے جواب میں میرا یہ سوال ہے۔ یہ ذرا اس کو explain کریں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب! ذرا جلدی جواب دے دیں۔ ٹائم ختم ہو رہا ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی ولکھ): جناب سپیکر! ہماری حکومت مارچ اپریل میں آئی ہے اور پچھلے سال جو چاول تھا وہ پہلے ہی ایکسپورٹ ہو چکا تھا اب یہ نئی فصل کی ہم سے بات کریں۔ اب چاول کی پیداوار بڑھ گئی ہے۔ اس سال یہ 15 فیصد بڑھی ہے، یہ پہلے 43 لاکھ ایکڑ پر کاشت ہوتا ہے اب 48 لاکھ ایکڑ پر کاشت ہوا ہے اور اس کی مجموعی پیداوار جو پنجاب میں ہوئی ہے وہ 38 لاکھ ٹن کی ہوئی ہے اور مارکیٹ میں آج چاول کی قیمت 61 روپے کلو ہے نہ کہ 100 روپے ہے اور جو یہ قیمت بتا رہی ہیں یہ ہمارے آنے سے پہلے کی بات ہے اس وقت تو ہمارا پنجاب گورنمنٹ پر کنٹرول نہیں تھا۔ اس کی وجہ وہی تھی کہ انڈیا میں چاول نہیں ہوا تھا اور پاکستانی چاول کی باہر بہت مانگ ہے تو وہ ہمارے آنے سے پہلے ایکسپورٹ ہو چکا تھا کیونکہ ملک کے اندر چاول کی مقدار کم تھی جس وجہ سے قیمتیں بڑھ گئیں۔

جناب سپیکر: جی، سوالات کا وقفہ ختم ہوتا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اس کو pending کر دیں۔

جناب سپیکر: نہیں، یہ pending نہیں ہو گا، یہ کیوں pending ہو؟ یہ تو پڑھا جا چکا ہے اور اس کا جواب آ چکا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ابھی دس منٹ باقی ہیں۔

محترمہ شمیلہ اسلم: جناب سپیکر! میرے questions بہت important ہیں، ان کو pending کر دیا جائے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی ولکھ): جناب سپیکر! بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

محکمہ زراعت کی زرعی پالیسی کی تفصیلات

*526: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر زراعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبہ پنجاب کی زرعی پالیسی کیا ہے، اس کے اہداف کیا ہیں اور ان میں سے کتنے اہداف مکمل ہوئے اور اگر مکمل نہیں ہوئے تو وجوہات کیا ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ ہذا کے اندر بہت سے شعبے بنائے گئے ہیں اور ان کا آپس میں رابطہ ہے اور نہ ہی کسانوں کو تحقیقی، تجرباتی یا جدید طریقہ کاشت صحیح طور پر پہنچایا جاتا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ زراعت کے بہت سے شعبے ہیں ان میں کافی تعداد میں افسران اور عملہ ہر شعبہ میں کام کر رہا ہے ان شعبوں کا علیحدہ علیحدہ ترقیاتی اور غیر ترقیاتی بجٹ ہے؟

(د) کیا حکومت پنجاب ان تمام شعبوں کو یکجا کرتے ہوئے انتظامی اخراجات کو کم کرنے کا کوئی منصوبہ رکھتی ہے اگر نہیں تو وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

(ہ) محکمہ زراعت بیجوں کی پیداوار مقامی طور پر کرنے کا کیا منصوبہ رکھتا ہے اور کون کون سی فصلات کا بیج صوبہ پنجاب کی ضروریات پوری کر رہا ہے تمام فصلات کا بیج ہائی برڈ یا بی ٹی وغیرہ، محکمہ کب تک صوبہ کی ضروریات کے لئے پورا کر سکے گا، گندم، مکئی، گنا، کپاس،

دالوں وتیل دار اجناس، سبزیات کے بیج کی صوبہ کی ضروریات کتنی ہیں اور کتنا اعلیٰ معیاری اور ہائی برڈ بیج مقامی طور پر پیدا کیا جا رہا ہے باقی ضروریات کیسے پوری کی جا رہی ہیں تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) پنجاب حکومت کی زرعی پالیسی زراعت دوستانہ پالیسی ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس سال صوبہ میں گندم کی پیداوار کا ہدف بڑھا کر 2 کروڑ ٹن کر دیا ہے۔ اس ہدف کو پورا کرنے کے لئے بیج، کھاد، زرعی ادویات اور دیگر مداخل کی وافر مقدار میں فراہمی کو یقینی بنایا گیا ہے۔

1۔ ربیع کی تمام فصلات بشمول گندم، چنا، مسور، تیلدار اجناس کا اعلیٰ قسم کا بیج کسانوں کو مناسب قیمت پر مہیا کیا گیا۔

2۔ صوبہ پنجاب کی زرعی پالیسی کا بنیادی محور پیداوار اور کاشتکاروں کی آمدن میں اضافہ ہے اس لئے تمام منصوبہ جات اسی پالیسی کو مدنظر رکھ کر بنائے گئے ہیں۔ جس میں کاشتکاروں کو 10 ہزار ٹریکٹروں پر 2 لاکھ روپے فی ٹریکٹر کے حساب سے سبسڈی کے علاوہ ٹنل فارمنگ اور آلات پر بھی سبسڈی دی گئی ہے۔

3۔ بنجر اراضی کو قابل کاشت بنانے کے لئے مشینری کا استعمال بڑھایا گیا۔ بلڈوزروں کا کرایہ کم کر دیا گیا اور کاشتکاروں میں 50 فیصد رعایتی قیمت پر زرعی آلات فراہم کئے گئے۔ اس سے مشینری کا استعمال بڑھا اور اب بلڈوزروں کی بکنگ بڑھ رہی ہے۔

ان اقدامات سے کپاس، چاول، مکئی اور خریف کی دوسری فصلات کی پیداوار میں اضافہ ہوا اور انشاء اللہ ربیع کی پیداوار بھی اچھی متوقع ہے۔

(ب) محکمہ زراعت کے بہت سے شعبے ہیں۔ تمام شعبہ جات اپنے اپنے دائرہ کار میں امور سرانجام دے رہے ہیں اور یہ سب آپس میں مربوط ہیں۔ جب مختلف فصلات کے پیداواری منصوبے اور پیداواری ٹیکنالوجی بنائی جاتی ہے تو تمام شعبوں کو اس سلسلہ میں مدعو کیا جاتا ہے۔ ان تمام شعبوں کے تجربات اور تحقیقات کی روشنی میں جدید طریقہ کاشت مرتب کیا جاتا ہے اور کاشتکاروں کی رہنمائی کے لئے زرعی تربیتی پروگرام منعقد

کر کے اس جدید زرعی ٹیکنالوجی کو ان تک پہنچایا جاتا ہے اور جدید کاشت پر مشتمل لٹریچر مفت فراہم کیا جاتا ہے۔

(ج) یہ درست ہے کہ محکمہ زراعت کے بہت سے شعبے ہیں اور ان میں کافی تعداد میں افسران اور دیگر عملہ دن رات زراعت کی ترقی کے لئے کوشاں ہے۔ محکمہ زراعت کا صوبائی سطح پر ترقیاتی بجٹ برائے سال 09-2008 درج ذیل ہے۔

ترقیاتی بجٹ	غیر ترقیاتی بجٹ
1799.589 ملین روپے	4258.468 ملین روپے

(د) فی الحال حکومت ان تمام شعبوں کو یکجا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی کیونکہ تمام شعبہ جات اپنے اپنے دائرہ کار میں قابل قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

(ہ) محکمہ زراعت کے تحت پنجاب سیڈ کارپوریشن اور اس کے علاوہ نجی سیڈ کمپنیاں مختلف فصلات کا اعلیٰ اور معیاری بیج تیار کر رہی ہیں۔ 08-2007 میں صوبہ پنجاب کو مختلف فصلات کے بیج کی ضروریات اور پنجاب سیڈ کارپوریشن کی طرف سے ان کی دستیابی کی صورتحال مندرجہ ذیل ہے۔

نام فصل	بیج کی کل ضرویات (000) من	ہدف PSC (000) من	بیج تیار کردہ PSC (000) من
1۔ گندم	20500	2050	1188.4
2۔ کپاس	1200	600	133.95
3۔ چاول	654	58.1	79.1
4۔ مکئی			
i۔ سنتھیٹک	250	37.5	4.72
ii۔ ہائبرڈ	200	100	0.5
5۔ مونگ	472.5	46.7	11.95
6۔ چنا	1112.5	1112.25	1.4
7۔ کنولہ	7.85	3.925	1.39
8۔ آلو	6450	322.5	30.46
کل	31087	3469.85	1238.4

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں داخلہ پالیسی کی تفصیل

*527: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں داخلہ پالیسی کیا ہے کیا کسانوں کے بچوں کے لئے خصوصی کوٹا مختص ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

(ب) کیا حکومت پنجاب زرعی یونیورسٹی کا ایک کیمپس پاکپتن شریف میں کھولنے کا منصوبہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں داخلہ پالیسی شفاف اوپن میرٹ پر مبنی ہے جس میں 25 فیصد کوٹا تمام قسم کے طالب علموں کے لئے "اوپن میرٹ" پر مختص ہے 75 فیصد کوٹا کسانوں کے بچوں کے لئے مختص ہے جس کی تقسیم محکمہ مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق ہر ضلع کی دیہی آبادی کی نسبت سے کی جاتی ہے۔

کسانوں کے بچوں کو ترجیح دینے کے لئے درج ذیل طریق کار استعمال ہوتا ہے۔

کسانوں کے بچوں کو اپنے والدین کی ملکیتی زمین کی فرد جو کہ متعلقہ تحصیلدار سے تصدیق شدہ ہو، جمع کروانی پڑتی ہے۔

مزارعین کے بچوں کو اپنے والدین کے زیر استعمال زمین کا سرٹیفکیٹ جو کہ متعلقہ پٹواری اور تحصیلدار سے تصدیق شدہ ہو، جمع کروانا پڑتا ہے۔

(ب) زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کا ایک سب کیمپس دیپالپور ضلع اوکاڑہ میں سال 2006 سے کام کر رہا ہے۔ ایک سب کیمپس یا زرعی کالج ساہیوال میں قائم کرنے کی تجویز ہے۔ اس طرح سے ساہیوال ڈویژن کے تین میں سے دو اضلاع میں زرعی یونیورسٹی کی شاخیں موجود ہو جائیں گی۔

خوشاب میں ٹیوب ویل بورنگ کے لئے سبسڈی دینے کی تفصیل

*902: **ملک محمد جاوید اقبال اعوان**: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) پاور رگ مشین کے ذریعے سے پہاڑی علاقوں میں محکمہ زرعی انجینئرنگ کو ٹیوب ویل بور کرنے کے لئے مورخہ 25-6-2001 سے سبسڈی کم کرنے سے گورنمنٹ کے خزانہ میں بورنگ کی مد میں کتنا اضافہ ہوا ہے یا کہ کمی ہوئی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ وادی سون خوشاب میں گزشتہ کئی سالوں کی خشک سالی کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح 250 سے 350 فٹ کی بجائے، اب 400 سے 500 فٹ گہری ہو

گئی ہے سبسڈی کم کرنے اور پانی کی گہرائی زیادہ ہونے سے زمینداروں کو دہرا نقصان ہو رہا ہے؟

(ج) مندرجہ بالا صورتحال کے پیش نظر کیا موجودہ حکومت زمینداروں کو سبسڈی دینے کو تیار ہے، اگر ہاں تو کتنی سبسڈی دی جائے گی اور اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) پاورڈ رلنگ رگ کے ذریعے پہاڑی علاقوں میں ٹیوب ویل بور کرنے کے لئے مورخہ 25-06-2001 سے سبسڈی ختم کرنے سے محکمہ کی انکم میں اضافہ ہوا ہے جو کہ تقریباً 6050131/- روپے ہے۔ 2001 میں وفاقی حکومت کے فیصلہ کے مطابق بورنگ کے ریٹس کی مد میں O&M کاسٹ کے تحت تقریباً 37 فیصد اضافہ کا فیصلہ کیا گیا اور اس فیصلہ کے تحت جو ریٹس طے کئے گئے آج بھی کسانوں سے وہی ریٹس وصول کئے جا رہے ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی اضافہ نہ کیا گیا ہے حالانکہ اس وقت موجودہ صورتحال یعنی ڈیزل کی قیمتوں میں روزافزوں اتار چڑھاؤ کی وجہ سے پاور رگ مشین کی آپریشنل کاسٹ کافی حد تک بڑھ چکی ہے۔ موجودہ ریٹ کی نوٹیفکیشن کی کاپی ایوان کی میز رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ گزشتہ کئی سالوں کی خشک سالی سے پانی کی سطح تشویشناک حد تک (400 سے 500 فٹ) گہری چلی گئی ہے جس سے کسانوں کا بورنگ اور ٹیوب ویل لگانے کا خرچ بڑھ گیا ہے۔

(ج) اس وقت ایسی سکیم یا منصوبہ حکومت کے زیر غور نہیں ہے اور ویسے بھی آخری دفعہ ریٹ میں اضافہ 2001 میں کیا گیا تھا اور آج بھی کسانوں سے وہی ریٹ وصول کئے جا رہے ہیں حالانکہ اس دوران ڈیزل کی قیمتوں اور بورنگ اور ٹیوب لگانے کی قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے لاگت بہت بڑھ چکی ہے لیکن یہ بوجھ حکومت خود برداشت کر رہی ہے۔

ضلع خوشاب میں زرعی ٹیوب ویلوں کے لئے فلیٹ ریٹ مقرر کرنے کا مسئلہ

*910: ملک محمد جاوید اقبال اعوان: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع خوشاب میں زرعی ٹیوب ویلوں کی پانی کی گہرائی 400 فٹ تا 600 فٹ ہے اور ان زرعی ٹیوب ویلوں کی تعداد 130 ہے کیا اور بھی لگ رہے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان زرعی ٹیوب ویلوں پر 40 ہارس پاور تا 60 ہارس پاور کی موٹریں لگی ہوئی ہیں اور ان کا بل یونٹوں کے حساب سے 80 ہزار سے ایک لاکھ روپے ہر ماہ آتا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ 02-2001 میں ٹیوب ویلوں کے لئے فلیٹ ریٹ مختص تھے اور اس حساب سے صرف 15 یا 20 ہزار روپے ہر ماہ بل آتا تھا؟

(د) کیا حکومت پنجاب زرعی ٹیوب ویلوں پر فلیٹ ریٹ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو ایوان کو اس سے مطلع کیا جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست ہے کہ ضلع خوشاب کے کئی موضع جات مثلاً کھوڑہ، کھبیکی اور اچھالی (وادی سون) میں بور کی گہرائی 400 فٹ تا 600 فٹ ہے جبکہ گوہوالی اور وڑچھہ (مہاڑ ایریا) میں بور کی گہرائی 500 فٹ تا 700 فٹ ہے اور سون ویلی میں تقریباً 2000 سے زائد ٹیوب ویل / ٹربائن چل رہے ہیں اور مزید لگ رہے ہیں۔

(ب) یہ سوال محکمہ ہذا کے متعلق نہ ہے تاہم اسسٹنٹ مینجر فیسکو واپڈا جوہر آباد سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق درست ہے۔ کہ ان زرعی ٹیوب ویلوں پر 40 ہارس پاور، 60 ہارس پاور کی موٹریں لگی ہوئی ہیں اور ان کا بل یونٹوں حساب سے 80 ہزار سے ایک لاکھ روپے ہر ماہ آتا ہے۔

(ج) یہ سوال بھی محکمہ ہذا کے متعلق نہ ہے لیکن واپڈا سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق اس وقت 20kv سے کم لوڈ ہو تو مبلغ 3.73 روپے فی کلوواٹ فی گھنٹہ اور اگر 20KV سے زیادہ ہو تو peak time میں مبلغ 7.73 روپے فی گھنٹہ اور off peak time میں مبلغ 3.13 روپے فی کلوواٹ فی گھنٹہ وصول کئے جا رہے ہیں جس کے حساب سے ماہانہ بل تقریباً 15 سے 20 ہزار روپے بنتا ہے۔ واپڈا سے حاصل کردہ تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یہ سوال بھی محکمہ ہذا سے متعلقہ نہ ہے لیکن اس سلسلہ میں حکومت کسانوں کو پہلے ہی سے off peak time میں رعایتی نرخ کی سہولت دے رہی ہے۔

خستہ حال اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار،
کھالہ جات کی تعمیر نو

*940: محترمہ محمودہ چیمہ: کیا وزیر زراعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا حکومت پنجاب پختہ کھالہ جات جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں کے پیچ ورک کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

(ب) کیا حکومت پنجاب ان کھالہ جات کے پیچ ورک کے لئے کسانوں کو امدادی رقم فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) انجمن آبپاشاں ایکٹ مجریہ 1981 کے تحت کھال کی پختگی و اصلاح کے بعد اسے انجمن اصلاح آبپاشاں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو بعد ازاں اس کی صفائی اور دیکھ بھال کی ذمہ دار ہوتی ہے کیونکہ کھالوں کی ٹوٹ پھوٹ کی درستگی حکومت کی ذمہ داری نہ ہے اس لئے حکومت نے اس کام کے لئے کوئی رقم مختص نہیں کی ہے۔

(ب) جیسا کہ جز (الف) میں بیان کیا گیا ہے کہ کھالہ جات کی پختگی کے بعد پیچ ورک / ٹوٹ پھوٹ کی ذمہ داری انجمن اصلاح آبپاشاں کی ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے حکومت کی طرف سے کوئی منصوبہ نہیں ہے۔

زرعی قرضہ جات پر مارک اپ کم کرنے کا معاملہ

*941: محترمہ محمودہ چیمہ: کیا وزیر زراعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا حکومت پنجاب زرعی قرضہ جات پر مارک اپ کو کم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے معزز ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

(ب) کیا حکومت ان چھوٹے کاشتکاروں کو جو قرضہ جات واپس لوٹانے کی سکت نہیں رکھتے ان کے قرضہ جات معاف کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے معزز ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) چونکہ تمام سرکاری، نیم سرکاری و نجی بنک، سٹیٹ بنک آف پاکستان کے ماتحت ہیں لہٰذا مارک اپ کم کرنے کا فیصلہ صرف وفاقی سطح پر ہو سکتا ہے۔ حکومت پنجاب ایک بار پھر وفاقی حکومت سے مارک اپ کم کرنے کی بھرپور سفارش کرتی ہے۔

(ب) کاشتکاروں کے قرضہ جات معاف کرنے کا اختیار حکومت پنجاب کے پاس نہ ہے بلکہ یہ اختیار اب کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ مالی قوانین کے مطابق ان قرضہ جات کو ادا ہونا ہے، چاہے کاشتکار ادا کریں یا ان کی جگہ کوئی اور شخص یا ادارہ یا کوئی حکومت، چھوٹے کاشتکاروں یعنی نصف مربع سے کم کاشتکاروں کے ذمہ 30-06-2008 تک تقریباً 78۔ ارب 84 کروڑ روپے کے واجب الادا قرضے ہیں جن کی نعم البدل ادائیگی ایک بہت بڑا مالی مسئلہ ہو گا۔ حکومت پنجاب اس سلسلہ میں وفاقی حکومت سے ایک مرتبہ پھر سکت نہ رکھنے والے کاشتکاروں کے قرضہ جات معاف کرنے کی سفارش کرتی ہے۔

ڈائریکٹوریٹ آف فلوری کلچر کے قیام کے مقاصد

*1120: جناب محمد حفیظ اختر چودھری: کیا وزیر زراعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈائریکٹوریٹ آف فلوری کلچر کب قائم کیا گیا، اس کے اغراض و مقاصد کیا تھے، یہ ڈائریکٹوریٹ اب تک اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے؟

(ب) اس کا سال 2005-06، 2006-07، 2007-08 اور 2008-09 کا بجٹ مد وار فراہم کریں؟

(ج) ان سالوں کے دوران کتنا بجٹ ریسرچ پر خرچ ہوا؟

(د) ان سالوں کے دوران کن شعبوں پر ریسرچ کی گئی؟

(ہ) اس محکمہ میں ریسرچ سے متعلقہ کون کون سے افسران کام کر رہے ہیں؟

(و) ان سالوں کے دوران پودوں اور پھولوں کی کس کس قسم کی نئی اقسام دریافت کی گئی ہیں؟

(ز) ان سالوں کے دوران پھولوں کی کون کون سی نئی اقسام دریافت کی گئی ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ ادارہ 1987 میں قائم کیا گیا تھا۔

اغراض ومقاصد:

I- دیگر محکموں کے کارکنوں کو گلبانی وچمن آرائی کی تربیت دینا۔

ii- پھولوں کے اعلیٰ معیار اور نئی اقسام کی افزائش کرنا۔

iii- گھریلو پیمانے پر سبزیات کی کاشت کی ترویج کرنا۔

ادارہ نے الحمدللہ اپنے اہداف یعنی کارکنوں کی تربیت، پھولوں کے اقسام، نمائش اور سبزیات کی کاشت کی ترویج میں کامیابی حاصل کی ہے۔ تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) سال 06-2005 کا بجٹ 2کروڑ 64لاکھ 89ہزار، 07-2006 کا بجٹ 2کروڑ 81لاکھ 58ہزار، 08-2007 کا بجٹ 3کروڑ 11لاکھ 71ہزار اور 09-2008 کا بجٹ 3کروڑ 58لاکھ 46ہزار ہے۔ جس کی مدوار بجٹ کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اس پر 58لاکھ 90ہزار ریسرچ پر خرچ ہوا ہے جس کی تفصیل تتمہ (ج) پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ان سالوں میں درج ذیل شعبوں پر ریسرچ کی گئی:۔

(i) ہارٹیکلچرل ریسرچ انسٹیٹیوٹ فار فلوریکلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ مختلف کیمیائی مرکبات کا تراشیدہ پھولوں کی عمر پر اثر اور مٹی کے مختلف آمیزوں کا گملوں میں اگائے جانے والے گلاب پر اثر۔

(ii) ہارٹیکلچر ریسرچ سٹیشن فلوریکلچر اینڈ سکیپنگ، ملتان

* موسم سرما کے بیجوں کے اگاؤ کے لئے بہترین میڈیا کی تلاش۔

* کارنیشن کے پودے پھول کی زندگی بڑھانے کے لئے مختلف کیمیکلز کا استعمال۔

* Gross-an-Taplitz (سرخا گلاب) کی زیادہ پیداوار کے لئے مختلف نامیاتی اور غیر نامیاتی کھادوں کا استعمال۔

(iii) ہارٹیکلچر ریسرچ سب سٹیشن فلوریکلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ، فیصل آباد

* کٹ فلاورز کی بعد از برداشت زندگی پر تجربات کرنا

* پام کی مختلف اقسام پر تحقیق

(iv) ہارٹیکلچر ریسرچ سب سٹیشن فلوریکلچر اینڈ لینڈ سکیپنگ، مری

Exotic flora اور انڈین ڈیلیا پر تحقیق

(ہ) اس محکمہ میں ریسرچ سے متعلق مندرجہ ذیل افسران کام کر رہے ہیں۔

(i) راولپنڈی

1	مہر محمد عارف	ہارٹیکلچرسٹ
2	ریاض علی شاہ	اسسٹنٹ ہارٹیکلچرسٹ
3	محمد سلیم	اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر
4	ریاض الرحمن	اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر
5	نوید اقبال	اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر

(ii) ملتان:

1	سید فیاض شاہ	اسسٹنٹ ہاٹیکلچرسٹ آفیسر

(iii) فیصل آباد

1	محمد یونس	ہارٹیکلچرسٹ
2	محمد سعید	اسسٹنٹ ریسرچ آفیسر

(iv) مری

1	محمد سلیم اختر	اسسٹنٹ ہارٹیکلچرسٹ

(و) ان سالوں کے دوران 10 نئی اقسام متعارف کرائی گئی۔ جس میں قابل ذکر Kerrie اور Indian Dahlia ہیں۔

(ز) محکمہ نے پھولوں کی 21 اقسام دریافت کیں۔ جس میں قابل ذکر گلائل، Advance Red اور Sonata، کارنیشن میں Marguerite Double اور گلاب میں Pink Double اور First Red ہیں۔

اب تک منعقد کیئے گئے مختلف کورسز میں کامیاب ہونے والے طلباء وطالبات کی مکمل فہرست

نمبر شمار	کورس کا نام	تعداد کورسز	تعداد طلباء	تعداد طالبات	کل تعداد
1	ایک سالہ ڈپلومہ کورس	22	436	43	479
2	سہ ماہی کورس برائے ان سروس (ملازمین)	43	967	165	1132
3	چھ ہفتے کا کورس برائے خواتین	27	140	357	497
4	پندرہ روزہ کورس برائے خواتین	37	50	549	599
	کل تعداد	129	1593	1114	2707

ڈائریکٹوریٹ آف فلوری کلچر میں گریڈ18 سے اوپر کی اسامیوں کی تعداد و تفصیل

*1121:جناب محمد حفیظ اختر چودھری:کیاوزیرزراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) اس وقت ڈائریکٹوریٹ آف فلوری کلچر میں گریڈ18 اور اس سے اوپر کی منظور شدہ اسامیاں کتنی ہیں؟

(ب) ان اسامیوں پر تعیناتی کے لئے تجربہ، تعلیمی قابلیت اور گریڈ کی تفصیل بتائیں؟

(ج) ان اسامیوں پر تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی تفصیل بیان کریں؟

(د) ان اسامیوں پر کتنے ملازمین ایسے ہیں جو مطلوبہ تعلیمی قابلیت، تجربہ اور گریڈ کے حامل نہ ہیں،ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور اسامی کی تفصیل بیان کریں؟

(ہ) جوافراد مطلوبہ تعلیمی قابلیت، تجربہ اور گریڈ کے حامل نہ ہیں کیا حکومت ان کو ٹرانسفر کر کے ان کی جگہ مطلوبہ تعلیمی قابلیت، تجربہ اور گریڈ کے حامل ملازمین تعینات کرنے کا ارادہ رکھتی ہے،اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیرزراعت(ملک احمد علی اولکھ):

(الف) ڈائریکٹوریٹ آف فلوریکلچر میں گریڈ18اوراس سے اوپر کی اسامیوں کی تعداد و تفصیل:۔

گریڈ	تعداد اسامی	گریڈ	تعداد اسامی
19	1	18	4

(ب) گریڈ19 :۔

تجربہ: برائے ترقی پانچ سالہ مع 2 سالہ تجربہ ہارٹیکلچرسٹ یا فلوریکلچر اینڈ لینڈسکیپنگ بطور گریڈ18 آفیسر

تعلیمی قابلیت: ایم ایس سی ہارٹیکلچر / باٹنی / لینڈسکیپنگ

گریڈ کی تفصیل: 19680 -970 -39080

گریڈ18:

تجربہ: 5 سالہ بطور گریڈ17+150 آفیسر

تعلیمی قابلیت: ایم ایس سی (آنرز) ایگریکلچر، ہارٹیکلچر / فلوریکلچر
گریڈ کی تفصیل: 12910 -930-31510

(ج) نام: ڈاکٹر محمد طارق اقتدار
عہدہ: ڈائریکٹر فلوریکلچر
گریڈ 18
تعلیمی قابلیت: پی ایچ ڈی (ہارٹیکلچر)
تجربہ: 15 سال بطور گریڈ 18 آفیسر

نام: محمد طارق
عہدہ: ڈپٹی ڈائریکٹر
گریڈ: 18
تعلیمی قابلیت: ایم ایس سی (آنرز) ایگریکلچر ہارٹیکلچر
تجربہ: 13 سال بطور گریڈ 18 آفیسر

نام: محمد عارف خان
عہدہ: ہارٹیکلچرسٹ
گریڈ: 18
تعلیمی قابلیت: ایم ایس سی (آنرز) ایگریکلچر ہارٹیکلچر
تجربہ: 14 سال بطور گریڈ 18 آفیسر

نام: محمد نواز ذوق
عہدہ: ڈپٹی ڈائریکٹر
گریڈ: 18
تعلیمی قابلیت: ایم ایس سی (آنرز) ایگریکلچر ہارٹیکلچر
تجربہ: 11 سال بطور گریڈ 18 آفیسر

(د) تمام افسران مطلوبہ معیار پر پورے اترتے ہوئے تعینات کئے گئے ہیں۔

(ہ) متذکرہ اسامیوں پر کوئی بھی مطلوبہ تعلیمی قابلیت، تجربہ اور گریڈ سے کم حامل ملازم کام نہیں کر رہا ہے۔

شوگر کین ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے قیام کے اغراض مقاصد

*1142: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیا وزیر زراعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے شوگر کین ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے یہ ادارہ کب قائم کیا گیا اور اس کی ریسرچ کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟

(ب) مذکورہ ادارے میں افسران اور اہلکاران کی کل تعداد کیا ہے مذکورہ افسران اور اہلکاران کی تنخواہوں، گاڑیوں اور الاؤنسز پر سالانہ کتنی رقم خرچ ہوتی ہے اور ادارہ کے دیگر اخراجات کیا ہیں؟

(ج) کیا مذکورہ ادارے کے حساب کا باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے اگر ہاں تو سال 2006 کی آڈٹ رپورٹ ایوان میں پیش کی جائے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ادارہ کے قیام کے باوجود پاکستان میں گنے کی فی ایکڑ اوسط پیداوار 300 سے 400 من تک محدود ہے، جب کہ دیگر ممالک میں خصوصاً آسٹریلیا میں گنے کی فی ایکڑ پیداوار 2000 من فی ایکڑ حاصل کی جا رہی ہے، اگر ہاں تو مذکورہ ادارے کی ناقص کارکردگی کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) کیا حکومت مذکورہ ادارہ کی سالانہ مفصل کارکردگی رپورٹ اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے تیار ہے؟

(و) گنے کی فصل کو لگنے والی بیماریوں کے تدارک کے لئے کیا اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟

(ز) بجٹ 09-2008 میں ریسرچ ڈویلپمنٹ کین کے لئے حکومت نے کتنے فنڈ مختص کئے اور نیز ریسرچ ڈویلپمنٹ کین کے لئے زمینداروں اور مل انتظامیہ کے درمیان پیداواری لاگت کو کم کرنے اور پیداوار بڑھانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت پنجاب نے شوگر کین ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی کے نام سے ایک ادارہ 2007 میں قائم کیا تھا لیکن ابھی تک ادارہ نے عملی طور پر تحقیق کا آغاز نہیں کیا۔

(ب) ابھی تک شوگر کین ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی نے کوئی تعیناتی نہیں کی اور نہ ہی کسی قسم کے اخراجات کئے ہیں۔

(ج) شوگر کین ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کمپنی میں اخراجات نہ ہونے کی وجہ سے باقاعدہ آڈٹ کا جواز نہیں ہے۔

(د) اگرچہ کہ مذکورہ ادارے نے ابھی تک عملی طور پر کام کا آغاز نہیں کیا تاہم شوگر کین ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے اعداد وشمار کے مطابق پنجاب میں گنے کی اوسط پیداوار 533 من فی ایکڑ ہے۔ فصل کا اوسط دورانیہ 8 سے 9 ماہ ہے۔ آسٹریلیا میں اوسط پیداوار 806 من فی ایکڑ ہے اور فصل کا دورانیہ 12 سے 18 ماہ ہے۔ اس طرح پنجاب میں گنے کی اوسط پیداوار اکائی وقت کے لحاظ سے کم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آسٹریلیا میں سالانہ بارش 1600 ملی میٹر سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اور موسم سازگار ہے جبکہ پنجاب میں 100 سے 500 ملی میٹر ہے جو کماد کی مطلوبہ مقدار سے کہیں کم ہے۔ اس کمی کو مصنوعی ذرائع آبپاشی (ٹیوب ویل، نہر وغیرہ) استعمال کرکے پوری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گنے کی بہتر پیداوار لینے کے لئے سالانہ بارش 1200 سے 2000 ملی میٹر درکار ہے اور درجہ حرارت 28 سے 35 سینٹی گریڈ تک رہنا چاہئے جبکہ پنجاب کی آب وہوا شدید ہے اور گرمیوں میں درجہ حرارت 45 سے 47 سینٹی گریڈ تک جا پہنچتا ہے جبکہ سردیوں میں نقطہ انجماد سے بھی کم ہو جاتا ہے۔ اس طرح گنے کی بڑھوتری کے لئے صرف 6 سے 7 ماہ ملتے ہیں جبکہ آسٹریلیا کا موسم بہترین ہے۔ سارا سال موسم سازگار رہتا ہے اور بڑھوتری کے لئے زیادہ وقت ملتا ہے۔

(ہ) چونکہ مذکورہ ادارے نے ابھی تک کام کا آغاز نہیں کیا اس لئے مفصل کارکردگی کی رپورٹ کا اسمبلی میں پیش کرنے کا جواز نہیں بنتا۔

(و) گنے کی فصل کو بیماریوں سے بچانے کے لئے بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت رکھنے والی اقسام عام کاشت کے لئے منظور کروائی گئی ہیں (بیماریوں کے نام اور تدارک کی تفصیل تتمہ (و) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ز) چونکہ ادارے نے ابھی کام کا آغاز نہیں کیا ہے اس لئے حکومت نے 09-2008 کے بجٹ میں اس کے لئے کوئی فنڈ بھی مختص نہیں کئے ہیں۔ البتہ بجٹ 08-2007 میں اس

ادارے کے لئے 20 لاکھ روپے مختص کئے گئے تھے لیکن کام کے آغاز نہ ہونے کی وجہ سے اس فنڈ کو حکومت پنجاب نے واپس لے لیا۔

مارکیٹ کمیٹیوں کے ممبران کی نامزدگی کا طریق کار و دیگر تفصیلات

*1270: محترمہ شمیلہ اسلم: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) صوبہ پنجاب میں مارکیٹ کمیٹیوں کی تشکیل کس طرح کی جاتی ہے، ان کمیٹیوں میں کن لوگوں کو ممبر بنایا جاتا ہے اور یہ کتنے عرصے کے لئے ممبر بنائے جاتے ہیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مارکیٹ کمیٹی زرعی اجناس کی خرید و فروخت پر مارکیٹ فیس وصول کرتی ہے، اگر یہ درست ہے تو 2006، 2007 اور 2008 ضلع وہاڑی میں کتنی فیس وصول کی گئی، تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مارکیٹ فیس کی مد میں وصول کی جانے والی رقم سے غلہ منڈی کی سڑکوں کی تعمیر و مرمت کی جاسکتی ہے؟

(د) اگر جز (ج) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا مارکیٹ کمیٹی ضلع وہاڑی جو فیس وصول کرتی ہے، اس سے غلہ منڈی کی سڑکوں کی تعمیر و مرمت کی گئی ہے، اگر ہاں تو اب تک کتنی رقم خرچ کی جاچکی ہے نیز سڑک کی موجودہ صورتحال سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) پنجاب ایگری کلچرل پروڈیوس مارکیٹس آرڈیننس 1978 کی دفعہ 8(1) کے تحت مارکیٹ کمیٹی کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تعداد ممبران مارکیٹ کمیٹی	کیٹیگری مارکیٹ کمیٹی	کاشتکار	دفعہ 6 کے حامل لائسنسدار افراد (کمیشن ایجنٹ/کاروباری زرعی اجناس/ملز مالکان وغیرہ	دفعہ 9 کے حامل لائسنسدار افراد بروکر/پلے دار/تولہ وغیرہ	صارف	سرکاری ممبر
17	A (سالانہ منافع 16 لاکھ سے زائد)	9	5	1	1	1
10	B اور C (سالانہ منافع 8 سے 16 لاکھ اور 8 لاکھ سے کم بالترتیب	5	2	1	1	1

پنجاب زرعی پیداوار مارکیٹس (جنرل) رولز 1979 کے قاعدہ 9(2) کے تحت سیکرٹری زراعت حکومت پنجاب بذریعہ نوٹیفکیشن مارکیٹ کمیٹیوں کی تشکیل کے لئے تاریخ مقرر کرتا ہے۔ اگر اس تاریخ کے وقت ضلع کونسل موجود ہو تو ضلع ناظم ہر مارکیٹ کمیٹی کے لئے

شدہ ممبران کی تعداد کے مطابق اپنی سفارشات کے ساتھ ہر اسامی کے لئے 2 افراد کا پینل ضلع کونسل کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ضلع کونسل اس پینل میں سے ایک ایک نام مارکیٹ کمیٹی کی ہر نشست کے لئے منتخب کرتی ہے۔ تاہم ضلع کونسل ضلع ناظم کی سفارشات کو کلی یا جزوی طور پر قبول کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ اگر حکومت کی طرف سے مقرر شدہ تاریخ کے وقت ضلع کونسل موجود نہ ہو تو درج بالا طریق کار کے مطابق متعلقہ ضلعی رابطہ آفیسر ممبران کے ناموں کے پینل کی سفارشات حکومت کو ارسال کرتا ہے اور حکومت اس پینل سے ممبران کے نام منتخب کر کے نوٹیفائی کرتی ہے۔

پنجاب زرعی پیداوار مارکیٹس آرڈیننس 1978 کی دفعہ 10 کے تحت ممبران کی تقرری کا عرصہ 3 سال ہے جس کا آغاز ان کی تقرری کی تاریخ سے ہوتا ہے۔ بشرطیکہ گورنمنٹ اس بارے کوئی اور ہدایت جاری نہ کرے تو ان کا عرصہ ان کی جگہ لینے والے ممبران کی تقرری کے وقت جاری رہتا ہے۔ ممبران کی تقرری کے بعد چیئرمین اور وائس چیئرمین کا چناؤ بذریعہ انتخاب عمل میں لایا جاتا ہے۔ چیئرمین کے لئے کاشتکار ہونا ضروری ہے۔

(ب) جی ہاں! مارکیٹ زرعی! اجناس کی خرید و فروخت پر نوٹیفائیڈ مارکیٹ ایریا مارکیٹ فیس بحساب ایک روپیہ فی کوئنٹل وصول کرتی ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

سال	مارکیٹ کمیٹی وہاڑی	مارکیٹ کمیٹی بوریوالہ	مارکیٹ کمیٹی میلسی	کل مارکیٹ فیس ضلع وہاڑی
2005-06	3399050.00	4542646.00	3930117.00	11871813.00
2006-07	5176317.00	4574599.00	4022059.00	13772975.00
2007-08	2056283.00	4547001.00	4007385.00	10610669.00

(ج) جی ہاں۔

(د) مارکیٹ کمیٹی ہر سال اپنی آمدنی میں سے غلہ منڈیوں میں ترقیاتی کاموں پر ضرورت کے مطابق خرچ کرتی ہے جس میں سڑکوں کی تعمیر و مرمت، پلیٹ فارم کی تعمیر و مرمت، مین گیٹ کی تعمیر و مرمت اور واٹر فلٹریشن کی تنصیب وغیرہ کے منصوبہ جات شامل ہوتے ہیں ضلع وہاڑی کی مارکیٹ کمیٹیوں میں پچھلے سالوں میں سڑکوں کی تعمیر و مرمت پر اخراجات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مارکیٹ کمیٹی وہاڑی	مارکیٹ کمیٹی بوریوالہ	مارکیٹ کمیٹی میلسی	کل رقم ضلع وہاڑی
2743667	4428460	2019245	9191372

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ غلہ منڈی وہاڑی، ماچھیوال اور غلہ منڈی میلسی میں ضلع کونسل کے فنڈز سے سڑکیں تعمیر ہو چکی ہیں۔ غلہ منڈی وہاڑی کی باقی دو سڑکیں قابل مرمت اور

قابل تعمیر ہیں اور غلہ منڈی میلسی میں سڑکوں کی حالت اب تسلی بخش ہے۔ موجودہ مالی سال09۔2008 میں غلہ منڈی / سبزی منڈی میلسی میں ترقیاتی کاموں کے لئے مبلغ 1500000/۔ روپے منظور ہوئے ہیں۔ جس کے لئے فنڈز بھی defreeze ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ کام جلد شروع ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ ضلع کی تمام منڈیوں کے اندر سڑکیں درست حالت میں ہیں اور باقی ترقیاتی کام بمطابق منظوری بجٹ09۔2008 بعد از منظوری NAC تکمیل پائیں گے۔

کھاد کی مارکیٹ میں مہنگے داموں فروخت

*1272: محترمہ شمیلہ اسلم: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ زراعت سے متعلقہ کھاد کی قیمتیں مقرر ہوئی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مارکیٹ میں کھاد مہنگے داموں فروخت کی جارہی ہے؟

(ج) اگر درج بالا سوالات کے جوابات اثبات میں ہیں تو کیا حکومت کسانوں کو کمپنیوں کی لوٹ مار سے بچانے کے لئے کھاد، بیجوں اور دیگر کاشتکاری کے لئے ضروری اشیاء پر قیمت کا اندراج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) کھادوں کی قیمتیں وفاقی حکومت، خوراک وزراعت اور متعلقہ تیار و درآمد کنندگان کمپنیاں طلب اور رسد کی بنیاد پر مقرر کرتی ہیں۔ محکمہ زراعت ان قیمتوں کو ضلعی حکومتوں اور متعلقہ کمپنیوں سے باہمی مشاورت کے بعد مشتہر (notify) کرواتا ہے۔ تحصیل و ضلع میں تعینات ڈپٹی کنٹرولر واسسٹنٹ کنٹرولر فرٹیلائزر اپنے علاقوں میں کھادوں کی مشتہر قیمت پر فروخت کو یقینی بناتے ہیں۔

(ب) محکمہ زراعت نے گزشتہ سال 2008 میں گراں فروشوں، ذخیرہ اندوزوں اور جعلی کھادیں فروخت کرنے والوں کے خلاف بھرپور مہم چلائی جس کے دوران395 چھاپے مار کر124 ملزمان کو حراست میں لیا گیا۔ کل360 ایف آئی آر درج ہوئیں جن میں سے 175 صرف گراں فروشوں کے خلاف تھیں۔ مزید یہ کہ سپیشل برانچ محکمہ پولیس روزانہ

کی بنیاد پر کھاد کے گراں فروشوں اور ذخیرہ اندوزوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے جن پر قانون کے تحت فوری طور پر چھاپے مار کر قانونی کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

(ج) کھاد کی قیمتوں کا تعین اور اندارج وفاقی حکومت minfal کھاد تیار و درآمد کنندگان کی ذمہ داری میں آتا ہے۔تاہم حکومت پنجاب وفاقی حکومت سے رابطے میں ہے کہ اس میں کسانوں کے نمائندوں کو بھی مشاورت میں شامل کیا جائے۔

جعلی زرعی ادویات وبیج پر کنٹرول کرنے کا مسئلہ

*1273: میاں شفیع محمد: کیاوزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ زرعی ادویات اور بیج میں ملاوٹ کی وجہ سے کسانوں کو مالی نقصانات کا سامنا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت کی کوششوں کے باوجود زرعی ادویات میں ملاوٹ اور ناقص بیج پر مکمل قابو نہیں پایا جا سکا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ خالص زرعی ادویات اور معیاری بیج فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ کا باعث بن سکتا ہے؟

(د) اگر درج بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ہر تحصیل میں معیاری بیج اور زرعی ادویات کے نئے ڈپو کھولنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) درست نہ ہے کیونکہ حکومت پنجاب پہلے ہی جعلی زرعی ادویات کی فروخت کھاد اور بیج میں ملاوٹ کو روکنے کے لئے کوشاں ہے۔ زرعی ادویات کی خالص فراہمی اور ملاوٹ کے تدارک کے لئے باقاعدہ مہم چلائی گئی ہے تاکہ جعلی زرعی ادویات فروخت کرنے والوں کے خلاف فوری کارروائی ہو سکے۔اسی سلسلہ میں گزشتہ سال جنوری سے دسمبر 2008 تک 28 کروڑ روپے سے زائد رقم کی جعلی ادویات / کھاد پکڑی گئی۔314 آدمی گرفتار ہوئے۔979 مقدمات درج کرائے گئے 427906 کلو گرام / لیٹر زہر اور 596215 کلو گرام جعلی کھاد seize کی گئی۔رجسٹرڈ مقدمات اس وقت پولیس یا عدالت کے پاس تفتیش یا فیصلہ کے لئے ہیں ۔بیج میں ملاوٹ کو روکنے کے لئے فیڈرل سرٹیفکیشن

ڈیپارٹمنٹ کے آفیسر سٹورز سے بیج کی فیصد روئیدگی چیک کرتے رہتے ہیں۔ اگر مقررہ حد سے کم فیصد روئیدگی ہو تو اسے فروخت کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس طرح پیداوار میں کمی ہو جاتی ہے۔ تاہم اس میں اصل کردار وفاقی حکومت کا ہے۔ صوبائی افسران کو اس سلسلے میں ضروری اختیارات تفویض نہیں کئے گئے ہیں۔ پنجاب سیڈ کارپوریشن کے ذریعہ سے معیاری بیجوں کی فراہمی کو مرحلہ وار پروگرام کے تحت بڑھایا جا رہا ہے۔ اس طرح حکومت کاشتکاران کو خالص زرعی ادویات اور خالص بیج کی فراہمی کے لئے اقدامات جاری رکھے ہوئے ہے تاکہ کسانوں کو مالی نقصان نہ ہو اور پیداوار و آمدنی میں اضافہ ہو سکے۔

(ب) حکومت کی کوشش سے زرعی ادویات کی ملاوٹ میں کمی آئی ہے۔ 2008 سے قبل 16 فیصد تک ملاوٹ تھی جو کہ کم ہو کر نصف رہ گئی ہے۔ پچھلے سال 31۔دسمبر تک 979 خفیہ ریڈز کئے گئے جن سے گرفتاریاں ہوئیں اور مقدمات درج ہوئے اسی طرح زرعی ادویات فروخت کرنے والوں کے خلاف موثر کارروائی کی جارہی ہے۔

(ج) درست ہے کہ بشرطیکہ دیگر ضروریات بھی پوری کی جائیں۔ مثلاً زمین کی صحیح تیاری، منظور شدہ اقسام کی کاشت، کھاد یا پانی کا بروقت استعمال کیڑے اور بیماریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زہروں اور پلانٹ پروٹیکشن مشینری کا صحیح استعمال، برداشت کے وقت جنس کو ضائع ہونے سے بچانا وغیرہ۔ جہاں تک بیج کا تعلق ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ شعبہ Seed Certification کے آفیسر ز بیج کی باقاعدہ انسپیکشن کرتے ہیں اور اگر بیج کی روئیدگی مقرر کردہ فیصد تک ہو تو فروخت کے لئے منظوری دی جاتی ہے۔ تاکہ اگاؤ صحیح ہو اور فی ایکڑ پودوں کی مطلوبہ تعداد حاصل کر کے پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔

(د) معیاری بیج اور زرعی ادویات کی فروخت پرائیویٹ ڈیلرز کرتے ہیں جو کہ حکومت پنجاب کے محکمہ زراعت سے لائسنس یافتہ اور کمپنیوں کے ڈیلرز ہیں۔ اس وقت تقریباً 294 رجسٹرڈ کمپنیاں ہیں جو کہ زرعی ادویات کی فروخت کا کاروبار کر رہی ہیں اور 13 ہزار کے قریب ڈیلرز ہیں جو پنجاب کے تمام اضلاع میں ضلع، تحصیل اور سب تحصیل تک خصوصی طور پر کپاس اور چاول کے علاقہ جات میں یہ کاروبار کر رہے ہیں۔ ڈیلرز ضلع محکمہ زراعت سے باقاعدہ تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے ورنہ زرعی ادویات کی فروخت کے لئے لائسنس سرٹیفکیٹ نہیں دیا جاتا۔ حکومت ابھی کوئی نئے ڈپو کھولنے کو تیار نہ ہے۔

تاہم مانیٹرنگ اور چیکنگ کے لئے حکومت نے ایک جامع ایکشن پلان بنایا ہے اور صوبائی سطح پر ٹاسک فورس تشکیل دی ہے جس میں محکمہ زراعت، پولیس، انتظامیہ اور عدلیہ کے آفیسر شامل ہیں اور ضلعی سطح پر DCO صاحبان کے ساتھ متعلقہ محکموں کے آفیسرز شامل ہیں اور باقاعدہ سیمپلنگ کی جاتی ہے۔ ملاوٹ شدہ یا جعلی پائے جانے کی صورت میں مقدمات درج کئے جاتے ہیں اور عدالت کی طرف سے قانون کے تحت سزا یا جرمانہ کیا جاتا ہے تاکہ کاشتکار تک خالص زرعی ادویات کی فراہمی ممکن ہو۔ کیڑوں اور بیماریوں کے خلاف صحیح تدارک اچھی پیداوار کی وجہ بنتی ہے اور ملک کی خوشحالی میں اضافہ کرتی ہے۔ معیاری بیج کی فراہمی کے لئے پنجاب حکومت کا ادارہ پنجاب سیڈ کارپوریشن اچھے طریقے سے کام کر رہا ہے اور اس کے بیج کی مارکیٹ میں بہت ساکھ اور مانگ ہے۔

گوجر خان، چکوال، تلہ گنگ میں جنگلی سؤروں کی بہتات

*1275: میاں طارق محمود: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ خطہ پوٹھوہار کے علاقے گوجر خان، چکوال، تلہ گنگ وغیرہ میں جنگلی سوروں کی بہتات ہے؟

(ب) کیا کوئی تجویز زیر غور ہے کہ ان کو ختم کیا جائے کیونکہ یہ فصلوں کی تباہی مچاتے ہیں؟

(ج) کیا حکومت کسی بیرونی ملک مثلاً شمالی کوریا وغیرہ کو ٹھیکہ دینے کی کوئی تجویز consider کر سکتی ہے جس سے یہ کم ہو سکیں؟

(د) کیا فصلوں کو بچانے کے لئے حکومت پہلے کی طرح کوئی انعامی سکیم شروع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) پوٹھوہار کے علاقہ میں جنگلی سوروں کی بہتات اس لئے ہے کہ یہاں ان کو چھپنے کے لئے پناہ گاہیں آسانی سے دستیاب ہوتی ہیں اور خوراک کا بھی ان کو کوئی خاص مسئلہ باقی نہیں رہتا۔

(ب) فی الحال حکومتی سطح پر ان کو ختم کرنے کے لئے کوئی تجویز زیر غور نہیں۔ ماضی میں ان کو ختم کرنے کے لئے محکمہ جنگلات نے ایک پروگرام چلایا تھا جس میں فی جنگلی سور مارنے پر انعام بھی دیا جاتا یہ سکیم دوبارہ شروع کی جاسکتی ہے۔

(ج) فی الوقت کسی بیرونی ملک کو ٹھیکہ دینے کی کوئی تجویز زیر غور نہیں۔ انعامی سکیم کا اعلان ہو جائے تو مقامی طور پر ان کو کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

(د) محکمہ جنگلات کو یہ سکیم دوبارہ شروع کرنی چاہئے۔

جعلی زرعی ادویات کی روک تھام کے لئے اٹھائے گئے اقدامات

*1340: سردار خالد سلیم بھٹی: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حکومت جعلی اور سب سٹینڈرڈ زرعی ادویات کی روک تھام کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ زرعی ادویات کی مارکیٹنگ برانڈ نام سے نہیں کی جاتی، جس کی وجہ سے زرعی ادویات کی کوالٹی پر کوئی دھیان نہیں دیتا؟

(ج) کیا حکومت زرعی ادویات کی مارکیٹنگ برانڈ نام سے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو وجوہات معزز ایوان کو بتائی جائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) پنجاب کے تمام اضلاع میں زرعی ادویات اور کھادوں میں ملاوٹ روکنے کے لئے حکومت پنجاب نے باقاعدہ ایک مہم شروع کی ہے۔ جس کے تحت raids کئے گئے ہیں۔ سیمپلنگ اور raids کے سلسلہ میں غیر معیاری یا ملاوٹ شدہ زہروں کے بارے میں اس سال 2008 کی تفصیل درج ذیل ہے:-

جعلی زرعی ادویات کے خلاف گزشتہ سال 31 دسمبر 2008 تک:

لئے گئے سیمپل کی تعداد:	2650	
تجزیہ شدہ	6419	(سابقہ سیمپل بھی شامل ہیں)
معیاری سیمپل کی تعداد:	5868	(91.42%)
غیر معیاری سیمپل کی تعداد:	551	(8.58 %)

مقدمات / ریڈز کی تعداد:	620
پولیس کے پاس زیر تفتیش:	202
عدالت کے پاس	366
گرفتاریاں:	190
فیصلہ شدہ:	17
بری ہوئے:	5
سزا یافتہ:	12
جعلی ادویات کا وزن:	427906 کلو گرام / لیٹر
جعلی ادویات کی مالیت:	1/2 28 کروڑ روپے تقریباً

حکومت پنجاب نے اسی سلسلہ میں ایک جامع ایکشن پلان بنایا ہے۔ صوبائی سطح پر ایک ٹاسک فورس تشکیل دی گئی ہے جو صوبہ بھر میں اس کاروبار میں ملوث افراد کی قانون کے مطابق باقاعدہ مانٹیرنگ کر رہی ہے جو کہ صوبائی سطح پر درج ذیل اعلیٰ افسران پر مشتمل ہے۔

1۔کرنل شجاع خانزادہ ایم پی اے، اٹک	چیئرمین
2۔ایڈیشنل سیکرٹری ٹاسک فورس، پنجاب	ممبر
3۔ڈی آئی جی پولیس پنجاب	ممبر
4۔ایڈیشنل سیکرٹری صحت پنجاب	ممبر
5۔ایڈیشنل سیکرٹری قانون پنجاب	ممبر
6۔نمائندہ ایڈیشنل آئی جی آپریشن برانچ پنجاب	ممبر
7۔ڈائریکٹر جنرل پیسٹ وارننگ اینڈ کوالٹی کنٹرول آف پیسٹی سائیڈز پنجاب	ممبر / سیکرٹری
8۔ڈائریکٹر جنرل زراعت (توسیع) پنجاب	ممبر
9۔ڈائریکٹر پلانٹ پروٹیکشن فیصل آباد	ممبر
10۔ڈائریکٹر سائل فرٹیلٹی ریسرچ، انسٹیٹیوٹ لاہور	ممبر
11۔نمائندہ۔ (Prosecutor General Punjab)	ممبر

یہ ٹاسک فورس درج ذیل امور انجام دیتی ہے۔

- دائرہ قانون کے مطابق پیسٹی سائیڈز اور کھادوں کے کاروبار کو باقاعدہ بنانا۔
- پیسٹی سائیڈز انسپکٹرز اور زرعی ادویات کی تجربہ گاہوں کی کارکردگی کو مانیٹر کرنا اور اسی طرح ضلعی سطح پر جعلی زرعی ادویات اور کھادوں کو روکنے کے لئے حکومت نے جو سب کمیٹیز تشکیل دی ہیں وہ درج ذیل افسران پر مشتمل ہے:-

1-ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر (ڈی سی او)	چیئرمین
2-ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر (ڈی پی او)	ممبر
3-ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر زراعت	ممبر
4-ڈسٹرکٹ آفیسر زراعت توسیع	ممبر
5-اسسٹنٹ ڈائریکٹر زراعت (پی پی) پیسٹ وارننگ	ممبر
6-ڈسٹرکٹ پراسیکیوشن آفیسر	ممبر
7-دو زمیندار	ممبر
8-دو نمائندگان پیسٹی سائیڈز فرمز	ممبر

(ب) یہ درست نہ ہے کہ مارکیٹ میں پہلے ہی برانڈ نام اور جنرک نام دونوں پر زرعی ادویات فروخت ہو رہی ہیں، نیز کوالٹی کو مزید بہتر بنانے کے لئے مارکیٹ میں صرف برانڈ نام پر فروخت کے بارے میں فیڈرل گورنمنٹ کے پاس تجویز زیر غور ہے۔

(ج) زرعی ادویات کی مارکیٹ میں برانڈ نام سے فروخت کرنے کے بارے وفاق کے پاس تجویز زیر غور ہے۔ جونہی وفاق سے نوٹیفکیشن جاری ہوا تو اس پر عملدرآمد کیا جائے گا۔

مویشی پال مالکان سے تعاون کا معاملہ

*1547: رانا محمد افضل خان: کیا وزیر زراعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد مویشی پال فارم مالکان کی کیا مدد کر رہی ہے، آگاہ فرمائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کا بنیادی مقصد طلباء و طالبات کو زرعی علوم سے روشناس کروانا ہے تاہم اس کے ساتھ ساتھ یونیورسٹی کے مختلف شعبہ جات مویشی پال فارم مالکان کی گرانقدر خدمات درج ذیل طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں:-

1- زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کا شعبہ ڈویژن آف ایجوکیشن اینڈ ایکسٹینشن عرصہ دراز سے کسانوں اور مویشی پال فارم مالکان کے لئے تعلیمی و تحقیقی اطلاعات پر مبنی سہ ماہی زرعی ڈائجسٹ اور زرعی فارمنگ کے سپیشل معاملات پر مطبوعات جاری کرتا ہے جس میں ڈیری فارمنگ، بھیڑ بکریاں پالنا اور امور حیوانات کے موضوع پر مضامین شائع ہوتے ہیں۔

2- اسی سلسلہ میں ایک سالہ ویٹرنری اسسٹنٹ ڈپلومہ جو کہ دس سال قبل شروع کیا گیا تھا شعبہ لائیو سٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ حکومت پنجاب کی سفارشات سے

سال2005 سے دو سالہ لائیو سٹاک اسسٹنٹ کورس میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ کورس فیصل آباد اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کیمپس پر کروایا جا رہا ہے۔اس کورس کے تحت چار گروپ جو کہ 150 طلباء فی گروپ پر مشتمل ہیں اس میں اب تک داخلہ لے چکے ہیں۔

3۔ شعبہ فیکلٹی آف ویٹرنری سائنس میں مویشیوں کی بیماریوں کے بارے میں طلبا کو پی ایچ ڈی اور ایم فل کورسز پڑھائے جاتے ہیں اور ٹریننگ دی جاتی ہے۔اس فیکلٹی کے تحت آج تک 2500 ڈی وی ایم، 1667 ایم ایس سی (آنرز)/ ایم فل اور پی ایچ ڈی طلبا کو ٹریننگ دی گئی جو گورنمنٹ کے مختلف محکمہ جات کے علاوہ لائیو سٹاک اور مرغبانی کے شعبہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

4۔ اس فیکلٹی کے تحت دو مویشی ہسپتال کام کر رہے ہیں جس میں ایک شعبہ کلینیکل میڈیسن اینڈ سرجری اور دوسرا شعبہ Theriogenology کے تحت چلایا جا رہا ہے۔

کلینیکل میڈیسن اینڈ سرجری ڈیپارٹمنٹ کے تحت اس سال کے دوران 7836 جانوروں کا علاج کیا گیا جبکہ دوسرے ہسپتال نے Theriogenology ڈیپارٹمنٹ کے تحت آج تک 235283 بھینسوں اور 80604 گائے کی مصنوعی نسل کشی کی نیز گائے، بھینس، بھیڑ، بکری اور گھوڑی کے ابتدائی حمل کے متعلق 108787 جانور رجسٹرڈ کئے گئے۔

5۔ شعبہ فیکلٹی آف اینیمل ہسبنڈری میں ڈیری، بھیڑ، بکری اور گائے کے متعلقہ فارم بنانے کے لئے یونیورسٹی میں آنے والے فارمرز کو تکنیکی معلومات مہیا کرتی ہے اور مویشی پال فارمرز کو نئے فارمز بنانے میں مدد ملتی ہے۔

6۔ لائیو سٹاک سے متعلقہ مختلف قسم کے مقالے فارمرز کی رہنمائی کے لئے اردو میں شائع کرواتی ہے مثلاً زرعی ڈائجسٹ، کسان ٹائمز اور ہمارے مویشی وغیرہ۔

7۔ اسی فیکلٹی کے تحت مویشی پال حضرات کو بغیر منافع کی بنیاد پر کیٹل فیڈ بھی فراہم کی جاتی ہے۔

8- اسی فیکلٹی سے اینیمل پروڈکشن سیکٹر کے ایم فل اور پی ایچ ڈی لیول کے کورس پڑھائے جاتے ہیں اور ماہرین حیوانات تیار کئے جاتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں دودھ اور گوشت کی فی کس پیداوار بڑھ کر بالترتیب 171 لٹر اور 21 کلو گرام ہو گئی ہے۔ اسی طرح اب فی کس 56 انڈے ملک میں دستیاب ہیں۔

چاول کے اعلیٰ کوالٹی کے بیج خریدنے کی تفصیلات

*1601: جناب وسیم قادر: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) حکومت نے چاول کی فصل کی پیداوار بڑھانے کے لئے کون کون سے نئے بیج کی اقسام باہر کے ملکوں سے خریدیں، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا حکومت چاول کی فصل کی پیداوار بڑھانے کے لئے دوسرے ملکوں سے مزید اعلیٰ کوالٹی کے بیج خریدنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) حکومت نے چاول کی فصل کی پیداوار بڑھانے کے لئے باہر کے ملکوں سے چاول کے بیج کی کوئی قسم درآمد نہ کی ہے کیونکہ ہمارے ملک کی اپنی دریافت کردہ اقسام بہترین پیداوار دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور ان کی مقامی آب و ہوا سے مطابقت کے علاوہ کوالٹی بھی بہت عمدہ ہے۔

(ب) حکومت کا اعلیٰ کوالٹی بیج چاول منگوانے کا فی الحال کوئی پروگرام نہ ہے کیونکہ ہماری اپنی ملکی اقسام بہترین پیداواری صلاحیت اور عمدہ کوالٹی کی حامل ہیں۔ تاہم hybrid کی ٹیکنالوجی کی منتقلی کے لئے مختلف بین الاقوامی اداروں سے رابطہ کیا جارہا ہے۔

گجرات، جعلی زرعی ادویات کی فروخت اور روک تھام کی تفصیل

*1642: چوہدری عبداللہ یوسف: کیا وزیر زراعت ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع گجرات میں جعلی زرعی ادویات کی فروخت کی روک تھام کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(ب) سال 2003 سے آج تک ضلع گجرات میں کتنے افراد کو جعلی زرعی ادویات فروخت کرنے پر گرفتار کیا گیا، تفصیل ایوان کی میز پر رکھی جائے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) کرم کش ادویات کے معیار کو برقرار رکھنے کے لئے ضلع گجرات میں درج ذیل آفیسر متعین ہیں۔

1۔ڈسٹرکٹ آفیسر ایگریکلچر (توسیع) ضلع گجرات

2۔ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر ایگریکلچر (توسیع) تحصیل گجرات۔

3۔ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر ایگریکلچر (توسیع) تحصیل کھاریاں۔

4۔ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر ایگریکلچر (توسیع) تحصیل سرائے عالمگیر۔

5۔اسسٹنٹ ڈائریکٹر زراعت پیسٹ وارننگ ضلع گجرات۔

کرم کش ادویات کی کوالٹی کو یقینی بنانے کے لئے ہر انسپکٹر اپنے علاقے میں سیمپلنگ باقاعدگی سے کر رہے ہیں۔ جسے تجزیہ کے لئے صوبائی اور مرکزی تجزیہ گاہوں میں بھیج دیتے ہیں اور غیر معیاری یا ملاوٹ شدہ پائے جانے کی صورت میں پولیس کے پاس مقدمات درج کرائے جاتے ہیں جو بعد ازاں عدالت میں ملزمان کو قانون کے تحت سزا یا جرمانہ ہوتا ہے۔

(ب) زرعی نمونہ جات اور معلومات کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(1) سمری رپورٹ زرعی ادویات محکمہ زراعت شعبہ پیسٹ وارننگ۔

(11) سمری رپورٹ زرعی ادویات محکمہ زراعت شعبہ توسیع۔

پنجاب کے کھالہ جات کو پختہ کرنے کا مسئلہ

*1733: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر زراعت از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے بیشتر کھالہ جات کو ابھی تک پختہ نہیں کیا گیا ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت کچے کھالہ جات کو پختہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات بیان کی جائیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ):

(الف) پنجاب کے تمام غیر اصلاح شدہ کھالہ جات کی اصلاح کا کام جاری ہے۔ اور اب تک کل 58ہزار میں سے 38ہزار سے زیادہ کھالہ جات کی اصلاح کی جا چکی ہے۔

(ب) جیسا کہ جزالف میں بیان کیا گیا ہے کہ حکومت تمام غیر اصلاح شدہ کھالہ جات کی اصلاح کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں حکومت نے قومی منصوبہ برائے اصلاح کھالہ جات کا دورانیہ مزید دو سال (09-2008تا10-2009) کے لئے بڑھا دیا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: جی، صغیرہ اسلام صاحبہ!

شیخوپورہ پولیس کی قتل کے ملزموں کو گرفتار کرنے میں ناکامی

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ کی نظر اِس طرف بھی آئی۔ آپ تو دیکھتے ہی اُس طرف ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے اسی floor پر مختلف اوقات میں ایک کیس کے سلسلے میں نشان دہی کرتے ہوئے آٹھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ دو ماہ پہلے اجلاس میں لاء منسٹر صاحب نے ڈی پی او شیخوپورہ کو یہاں اسمبلی کے floor پر میرے ساتھ بلایا تھا میرے (ق) لیگ کے بھائیوں نے، (ن) لیگ کے بھائیوں نے بھی میرا بہت ساتھ دیا تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ایک ماہ کے اندر ملزم گرفتار کر لئے جائیں گے۔ اس بات کو پھر اب تیسرا مہینہ گزر گیا ہے۔ مجھے صرف اس بات پر افسوس ہے کہ اگر میری جیسی کو جو اس floor پر اپنی بات کر سکتی ہے، ایوان تک پہنچ سکتی ہے، اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے تو ایک عام شہری کے ساتھ یہ پولیس کیا برتاؤ کرتی ہو گی، لاء منسٹر صاحب نے بھی ان کو یہاں بُلایا، کئی دفعہ کہا لیکن میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا وہ لاء منسٹر صاحب سے زیادہ طاقتور ہیں اور پولیس والے طاقتور ہیں یا ملزم زیادہ طاقتور ہیں؟ میں نے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ ملزم بہت زیادہ طاقتور ہیں اس لئے کہ جب ملزم پیسے دیتے ہیں تو پھر وہ کیوں کمزور ہوں گے؟ کمزور وہ آدمی ہوتا ہے جس کی back پر کوئی نہ ہو تو جن کی پشت پناہی خود یہاں بیٹھے ہوئے لوگ کر رہے ہوں۔ میں نے پہلے کہا تھا کہ ڈی پی شیخوپورہ ہر تھانے سے monthly لیتا ہے اور اسی

floor پر کہا تھا تو لاء منسٹر صاحب نے اس کو پورا تحفظ دیا تھا کہ جی، نہیں۔ شیخوپورہ جیل سے سلاخوں کے نیچے سے ایک ملزم فرار ہوا وہ ملزم کیسے فرار ہوا؟ یقینی بات ہے اس میں پولیس ملوث تھی تو وہ فرار ہوا۔ ڈی پی او شیخوپورہ تبدیل ہو گیا، نیا ڈی پی او شیخوپورہ آیا لیکن بات جہاں تھی وہاں کی وہاں رہی۔ مجھے شرم آتی ہے یہ بات کہتے ہوئے کہ میں اس ہاؤس کی ممبر ہوں کہ جب میری اتنی سی بات نہ سنی جائے تو پھر میں کس منہ کے ساتھ ان لوگوں کو جا کر یہ کہوں کہ جی، میں آپ کی بات وہاں پر کرتی ہوں میری بات کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ یہ تو ایسے ہے جیسے کہتے ہیں کہ "بھینس کے آگے بین بجانا" کہ میری آواز اس نقار خانے سے باہر نہیں جاتی، یہاں میری آواز سننے والا کوئی نہیں ہے۔ آپ نے بھی ٹیلیفون کیا تھا۔ ایک چھوٹی سی بات پر وزیر اعلیٰ پنجاب لوگوں کو بڑی سے بڑی سزا دے دیتے ہیں، لوگوں کو باتھ رومز میں بند کر دیتے ہیں تو ایک آدمی جو ایک انسانی جان ہے اس کو اتنی بے دردی کے ساتھ مار دیا جائے تو اس سلسلے میں وزیر اعلیٰ صاحب کا قلم اتنا خاموش کیوں ہے، ان کی آواز اتنی خاموش کیوں ہے، وہاں انہیں بیوہ عورت اور یتیم بچوں کا احساس کیوں نہیں آیا؟ مجھے انتہائی افسوس ہے اب نہ تو میں لاء منسٹر صاحب سے کوئی وضاحت پوچھوں گی کیونکہ مجھے پتا ہے کہ وہ بھی اتنا ہی بے بس ہیں جتنا کہ میں بے بس ہوں۔ نہ مجھے اب کسی یقین دہانی کا یقین ہے کیونکہ ہمیشہ ہر دفعہ اسمبلی کا اجلاس تین ماہ کے بعد بُلایا جاتا ہے، تین ماہ کے بعد میں اس بات کو یہاں پر چھیڑتی ہوں اور بات پھر وہیں کی وہیں رہ جاتی ہے۔ لاء منسٹر صاحب کہتے ہیں کہ نہیں، میں ابھی اس کو بلاتا ہوں اس سے بات کرتا ہوں لیکن میں یہ سمجھتی ہوں کہ لاء منسٹر صاحب کا بھی کہنا کوئی نہیں مانتا کیونکہ اگر مانتا ہوتا تو لاء منسٹر صاحب اتنے بے بس نہیں ہیں، میں اس رانا ثناء اللہ کو جانتی ہوں جو اپوزیشن میں بیٹھ کر بھی اپنی ہر بات منوا لیتے تھے اب میں کیسے مانوں کہ لاء منسٹر صاحب کا ڈی پی او کہنا نہیں مانتا؟ تین ماہ میں وہاں پر ایک دفعہ بھی raid نہیں ہوا، اب یہ ہوا کہ وہ لوگ جو وہاں کے زمیندار ہیں ان کی وہاں پر زمینیں ہیں۔ وہ اپنے مکان تک بیچ کر وہاں سے کہیں اور چلے گئے ہیں۔ اگر یہی تحفظ لوگوں کو دیتے رہے تو پھر میرا خیال ہے کہ پھر اللہ ہی حافظ ہے۔ میں ویسے یہ نہیں کہوں گی کہ لاء منسٹر صاحب مجھے کوئی یقین دہانی کرائیں لیکن میں صرف اس floor کو یہ بتانا چاہ رہی تھی کہ یہ میری آواز تھی جو میں نے آٹھ ماہ میں بار ہا دفعہ یہاں پر اٹھائی لیکن میری شنوائی نہیں ہوئی تو باقی عام لوگوں کو انصاف کہاں سے ملے گا؟

جناب سپیکر: اب ماشاء اللہ آپ کا عہدہ بھی بڑا ہے۔ ذرا خیال کیجئے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! نہیں، مجھے اس عہدے کا کوئی فائدہ نہیں جس کا میں استعمال نہیں کر سکتی۔ یہ عہدے صرف کاغذی ہیں، جن عہدوں پر بیٹھ کر آپ کچھ کر نہ سکیں ان کا کوئی فائدہ نہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے جو بات کی ہے وہ قصہ یہ ہے کہ وہاں پر ایک قتل ہوا ہے اس قتل کے ملزمان مفرور ہیں، ان کے خلاف جو بھی حسب ضابطہ کارروائی ہے، ان کے خلاف وارنٹس ہیں، وہ جب کارروائی 87,88 section کے تحت proceedings ہو رہی ہیں۔ اب جو پولیس ہے اس کا یہ مؤقف ہے کہ ہم ملزمان کے پیچھے ہیں اور ان کو گرفتار کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن ملزمان یہاں پر موجود نہیں ہیں، وہ یہاں سے جا چکے ہیں، آپ کو پتا ہے کہ لوگ کوئی نہ کوئی طریقہ استعمال کر کے بیرون ملک چلے جاتے ہیں۔ اب اس میں بات یہ ہے کہ یا تو محترمہ نے جس طرح فرمایا ہے کہ پچھلے چار پانچ ماہ سے یہ اس معاملے پر زور دے رہی ہیں جب بھی انہوں نے کہا ہے اسی وقت یعنی دو مرتبہ تو میں نے جو concerned SP Investigation تھے اور ڈی پی او تھے اُس کو ان کے ساتھ بٹھایا لیکن محترمہ نے کوئی information نہیں دی یا تو آپ information دیں کہ ملزمان فلاں جگہ پر ہیں اور پولیس raid نہیں کر رہی یا فلاں جگہ پر ان کے ہونے کا ان کو شُبہ ہے اور پولیس وہاں پر کارروائی نہیں کر رہی، اس قسم کی کوئی information مدعی شریف کی طرف سے موصول ہوئی ہے نہ محترمہ کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ اب یہ general allegation صرف یہ کہتی ہیں کہ ملزمان پکڑے کیوں نہیں گئے؟ تو اس میں تو پھر کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ ملزمان جو ہیں، بہت سے ملزمان بعض اوقات واردات کر کے نہیں پکڑے جاتے وہ بھاگ جاتے ہیں، مفرور ہو جاتے ہیں، دوسرے ملک چلے جاتے ہیں، اس پر اب مفروروں کے متعلق جس قسم کی derive موجودہ حکومت نے شروع کی ہوئی ہے، ننھو گورایہ جو گوجرانوالہ کا مجرم تھا جس نے 3-ارب روپیہ factory owners سے لیا تھا اور وہاں پر یہ حالات پیدا ہو گئے تھے کہ لوگ اپنا کاروبار چھوڑ کر جانے کے لئے تیار تھے تو اس آدمی کو جو ملائشیا کے ایک جزیرے میں بیٹھا تھا یہ پتا چلا کہ وہ وہاں پر موجود ہے، اس حکومت نے وزیراعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف نے تمام تر resources پولیس کو مہیا کئے اور کہا کہ جس طرح سے بھی ہو سکتا ہے آپ اس کو پکڑ لائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اب بات یہ ہے کہ جہاں تک نشان دہی کی بات ہے میں محترمہ سے کہتا ہوں کہ اگر محترمہ کے پاس کوئی information ہو، اس گاؤں کے لوگوں کے پاس کوئی infomation میں ہو، ضلع کے لوگوں کے پاس کوئی information ہو اور اس کے اوپر پولیس کوئی کوتاہی کا مظاہرہ کر رہی ہو یہ اسی وقت میرے نوٹس میں لائیں، اجلاس ہو رہا ہو یا نہ ہو رہا ہو لیکن بات یہ ہے کہ اب efforts کی اگر بات ہے کہ ڈی پی او شیخوپورہ کے متعلق اس کو targets دیئے گئے تھے، اس target کے علاوہ دوسرے targets تھے لیکن جب وہ ان کو پورا نہیں کر سکا تو پھر اس کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اب ایک نئے آدمی کو لگایا ہے اور اس کو بھی جو targets دیئے گئے ہیں ان میں یہ کیس بھی موجود ہے۔ اس میں ہماری efforts اور دوسرے جو متعلقہ پولیس آفیسران ہیں جن کے ذمہ یہ بات ہے ان کی efforts کی حد تک تو کوئی کمی نہیں ہے لیکن بعض اوقات کسی چیز میں کامیابی نہیں ہوتی تو اس لئے میں محترمہ سے یہ عرض کروں گا کہ وہ اتنی دلبرداشتہ نہ ہوں اور ہر بات میں یہ بات نہ دہرائیں کہ ہماری سنتا کوئی نہیں ہے۔ ان کی سنتا کوئی نہیں ہے، بات یہ ہے کہ بالکل وہ سنتے ہیں لیکن اب بہت سے ملزمان جو ہیں یعنی ہم نے جب اس سارے معاملے کو trace out کیا ہے تو وہ واقعی بیرون ملک فرار ہوئے ہیں، وہاں کی اپنی complications ہیں، اب دبئی بہت بڑا ہے، پوری دنیا کا انٹرنیشنل سٹی بنا ہوا ہے لیکن وہاں پر بے شمار مفرور ملزمان پناہ لئے بیٹھے ہیں۔ کچھ لوگ کراچی میں بعض جگہ ایسی ہیں کہ وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں تو ان کے خلاف پوری کوشش کی جا رہی ہے کہ ان کو جلد سے جلد گرفتار کیا جائے۔ اس کوشش میں قطعی طور پر کوئی بدنیتی کا عنصر شامل نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میں محترمہ سے ایک بات کہوں گا کہ اگر ان کے بارے میں کچھ آپ کے علم میں کوئی بات ہے تو وہ یہاں floor پر نہ کریں بلکہ publically بھی آپ نہ کریں کیونکہ اس کا فائدہ پھر ملزم اٹھائیں گے، اگر آپ کے پاس کوئی ایسی information ہے تو مہربانی کر کے آپ رانا صاحب سے اس بارے میں بات کر لیں، سینئر منسٹر صاحب ہوں گے، رانا صاحب ہوں گے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! آپ میری فیملی کو بھی جانتے ہیں اور میری فیملی کے بہت سے لوگ بھی یہاں پر بیٹھے ہیں۔ آپ کو میں criminal لگتی ہوں اور نہ میں criminal ہوں کہ میں criminal لوگوں کے گھروں کا پیچھا کرتی پھروں، criminal لوگوں کی ایک لسٹ ہوتی ہے جو ہر تھانے میں موجود ہوتی ہے، یہ پچیس لوگوں کا ایک گروپ ہے جس میں ان کے بھانجے ہیں اور یہ ابھی بھی میرے گاؤں کے اندر ہی رہتے ہیں۔ یہ لوگ وہ نہیں ہیں جو کہ

ڈر کر بھاگے ہیں، وہ کیوں ڈریں گے، جب وہ منتھلیاں دیتے ہیں تو وہ ڈریں کیوں، کس سے ڈریں گے؟ وہ سارے کے سارے اسی گاؤں کے اندر رہتے ہیں، ان کے گھر ادھر ہیں، ان کی بہن کے گھر کی میں نے نشاندہی کی، لڑکے کا باپ میرے گاؤں میں رہتا ہے۔ وہ کوئی کسی سے ڈرتے تو نہیں ہیں۔ تھوڑے دن پہلے سری محلہ ایک ڈیرہ ہے اس کے اوپر آ کر لوگوں کے گھروں کے اندر فائرنگ کی، پولیس کو ان کے ایک ایک ڈیرے کا پتا ہے، ان کی ایک ایک جگہ کا پتا ہے کہ وہ کہاں پر ہیں، نشاندہی ان لوگوں کی کی جاتی ہے جن کا کسی کو پتا نہ ہو۔ وہ ایک آدمی نہیں ہے، وہ پچیس آدمی ہیں۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے میری ہی فیملی کے ایک لڑکے کو مارا تھا، اب جس کو مارا ہے وہ میری سگی بھانجی کا خاوند ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اتنا ظلم کہ 33 گولیاں اس آدمی کو لگی ہیں کہ جس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ ملزم سارے وہاں پر موجود ہیں، نشاندہی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ان کو ہاتھ ڈالنے کی ضرورت ہے اور ہاتھ ڈالنے کے لئے اس جرأت کی ضرورت ہے جو ان لوگوں میں نہیں ہے۔

جناب سپیکر: یقیناً اگر وہ یہاں پر ہوں گے تو ان پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالا جائے گا؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! سارے وہاں پر موجود ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں پورے وثوق سے یہ کہتا ہوں کہ ان کے مقدمے میں جو نامزد ملزمان ہیں وہ تمام کے تمام مفرور ہیں اور قطعی طور پر جو ان کا یہ کہنا ہے کہ وہ اس گاؤں میں موجود ہیں، یہ غلط ہے، اگر یہ اس بات کو substantiate کرتی ہیں تو جس source سے بھی انہیں پتا چلا ہے کہ وہ فلاں سریاں والا یا فلاں ڈیرے پر موجود ہیں تو وہ source یہ مجھے بتادیں یعنی اگر ان کو شیخوپورہ کی پولیس پر اعتماد نہیں ہے تو ہم اس کا ریڈ وہاں کسی اور ڈسٹرکٹ کی پولیس سے conduct کروادیں گے۔ یہ مجھے وہ source بتائیں جس source سے ان کو بتایا گیا ہے کہ وہ فلاں ڈیرے پر موجود ہیں۔ ہماری جو information ہے اس کے مطابق وہ جو نامزد ملزم ہیں وہ وہاں پر نہیں ہیں۔ اب دیکھیں! کہ ایک ملزم فرار ہو جاتا ہے، اب ٹھیک ہے کہ اس کے کوئی رشتہ دار یا دور نزدیک سے اس کے جو عزیز ہیں وہ تو بہرحال وہاں پر ہیں لیکن اب قانون کے مطابق اس کے پورے خاندان کو تو گرفتار نہیں کیا جا سکتا، اگر یہ کیا جائے تو پھر ایک دوسری بات ہوتی ہے کہ دیکھیں، یہ زیادتی ہو رہی ہے، پھر وہ لوگ ہائیکورٹ جاتے ہیں، پھر وہ ایک اور معاملہ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر کسی نامزد ملزم کا ان کے پاس کوئی source ہے تو یہ میرے پاس لے کر آئیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! اگر اسی طرح میٹھی گولی دینی ہے تو پھر مجھے کہنے کی ضرورت کیا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! میری بات سنیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! میں نے آپ کی کوئی بات نہیں سننی۔

جناب سپیکر: جی، پھر آپ تشریف رکھیں۔

جناب تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! اس میں پولیس کو ٹارگٹ دیا جائے کہ وہ کب تک مفرور ملزمان کو پکڑلے گی، کیا مفرور ملزمان کو پکڑنا پولیس کی ذمہ داری نہ ہے؟ پولیس جن ملزمان کو نہ پکڑ سکے تو ان کے خلاف 87,88 (ض ف) کی کارروائی کر کے اپنی کارروائی ڈال دیتی ہے۔ اب جو نیا ڈی پی او آیا ہے، بیس دن ہو گئے ہیں ابھی تک اس نے ٹارگٹ کو achieve کیوں نہیں کیا؟ اس کی شہرت تو بہت سنی ہے۔ ان کو کوئی ٹارگٹ دیا جائے۔ ہماری بہن سے بہت زیادتی ہو رہی ہے۔ تین ماہ ہو گئے ہیں اس مسئلے کو اٹھاتے ہوئے۔

جناب سپیکر: جی، ہم سب ان کے ساتھ ہیں۔

جناب تنویر احمد ناصر: جی، شکریہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجوانان (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اگر انڈونیشیا اور لیبیا سے ملزمان جو مفرور ہیں وہ منگوائے جا سکتے ہیں تو یہ بھی مسئلہ اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آج تک کیا کارروائی ہوئی، مجھے اس کے اوپر اعتراض ہے۔ وہ جو مفرور ملزمان ہیں ان کے سر کی قیمت بھی نہیں رکھی گئی۔ اب جو ہائی ٹارگٹ ملزمان ہوتے ہیں ان کے لئے ایک طریق کار ہوتا ہے اور بدقسمتی سے اس طریق کار کو اس کیس میں follow نہیں کیا جا رہا جس کے اوپر میں سمجھتی ہوں کہ محترمہ دلبر داشتہ ہیں، وہ اس پر حق بجانب ہیں، میں سمجھتی ہوں کہ جیسے پہلے بھی رانا صاحب نے پچھلے اجلاس میں کہا تھا کہ سی آئی اے یا باقی ہماری جو تفتیشی ایجنسیاں ہیں ان کو involve کیوں نہیں کیا جا سکتا؟ اس سے ہاؤس میں بیٹھی ہوئی ایک ممبر جو ہیں اگر ان کا اتنے concern کے باوجود یہ حال ہے تو واقعی پھر پنجاب پولیس کی جو کارکردگی ہے اس پر بحث کرنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ آپ بھی فرمالیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے floor دیا، میں اپنی بات کرنا چاہ رہی تھی اگر میری بہن کی بات ختم ہو گئی ہے، میں آپ کے توسط سے وزیر جیلیات صاحب۔۔۔

جناب سپیکر: جیلیات۔۔۔ (قہقہے)

چلو! ٹھیک ہے۔ ہم درستی کر لیتے ہیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: ہماری درستی کا نہ سوچئے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آپ نے جو پہلے کہا تھا کہ جیلیات۔۔۔ تو جیلیات کوئی نہیں ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جی، جیل خانہ جات!

جناب سپیکر: اچھا، جی،۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں آپ کے نوٹس میں یہ بات ڈالنا چاہتی ہوں کہ 4۔فروری کو انھوں نے on the floor of the House بڑے دعوے کے ساتھ یہ الفاظ کہے تھے جو same to same میں آپ کو ابھی بتانا چاہتی ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ دوں یا آپ خود دیکھنا پسند کریں گے؟

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں، دیکھیں! آپ جو بھی کرنا چاہتی ہیں۔۔۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! یہ استحقاق کی بات ہے اس لئے میں نے پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے۔

جناب سپیکر: جی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ میں ذمہ داری سے on the floor of the House یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جس شخص کے ساتھ آج یہ لوگ یعنی ہم اپوزیشن میں کھڑے ہیں [**************] (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ کیا کر رہی ہیں؟ (شور وغل)

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں نے استحقاق کا نوٹس جمع کرایا ہے۔ مجھے ان لوگوں کے شور ڈالنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میری زبان بند ہو گی اور نہ میر اسٹائل ختم ہو گا۔

جناب سپیکر: جی، مجھے بھی اس بات کا پتا ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: لہذا میں آپ کے گوش گزار یہ کرنا چاہتی ہوں کہ کس حساب سے انھوں نے ایک معزز رکن اسمبلی [******] کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں؟ میں اس پر آپ کو یہ تحریک استحقاق دیتی ہوں جبکہ آپ نے حکم دیا تھا کہ یہ الفاظ ریکارڈ سے حذف کئے جائیں۔

جناب سپیکر: جی، ہمارے پاس آپ کی یہ تحریک استحقاق ابھی نہیں پہنچی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جی، ابھی یہ جمع ہوئی ہے۔ یہ ہاؤس میں معافی مانگیں وگرنہ میں اس کو جمع کروا رہی ہوں کیونکہ آپ نے یہ الفاظ کارروائی سے حذف نہیں کروائے جبکہ اس دن یہ کہا گیا تھا کہ یہ دونوں طرف سے حذف ہوں گے۔ ان کے شور ڈالنے سے یا ان لوگوں کے کہنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کو تو عادت پڑی ہوئی ہے، انھوں نے کیسے ڈکٹیٹر؟ یہ تو خود گیارہ سال ڈکٹیٹر کی گود میں پل کر بڑے ہوئے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ایک منٹ، مجھے بات کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ ہاؤس میں معافی مانگیں۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں، پلیز! میری بات سنیں۔ راناصاحب! ایک منٹ۔ اگر تو چیئر نے یہ کہا ہے کہ ان الفاظ کو حذف کیا جائے تو پھر یہ کیسے ریکارڈ کا حصہ بنے ہیں؟ میں نازیبا الفاظ کی اجازت نہیں دیا کرتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ انہیں بات کرنے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے جو بات کی ہے اور انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کے بارے میں تحریک استحقاق جمع کروا دی ہے۔

جناب سپیکر: میرے پاس ابھی نہیں آئی۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناءاللہ خان): لیکن انھوں نے کہا ہے کہ آفس میں جمع کرا دی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جی، نہیں۔ میں نے کہا ہے کہ اگر یہ معافی نہیں مانگیں گے تو میں اس پر تحریک استحقاق پیش کروں گی۔

جناب سپیکر: چلیں، کریں ناں۔ اس کے بعد بات کریں۔ آپ جمع کروا دیں۔ آپ جمع کروائیں پھر دیکھیں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! انھوں نے تحریک اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہے۔ مجھے ان کے جذبات کا بڑا احساس ہے۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک کی کاپی مجھے دیں۔ ہم اس تحریک استحقاق کو admit کر کے مجلس استحقاقات کے سپرد کریں گے اور مجلس استحقاقات اچھی طرح سے ان تینوں چوروں کے متعلق غور کرے اور یہ فیصلہ دے کہ یہ کتنے بڑے چور ہیں؟ لہذا یہ تحریک لائیں میں اسے concede کرتا ہوں۔ یہ out of turn لائیں، یہ اسے ہاؤس میں پڑھیں بھی، ہم اسے concede کرتے ہیں اور اسے مجلس استحقاقات کے پاس بھیجتے ہیں۔

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر! محترمہ اپنی بات کو دہرا دیں۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! اس بارے میں آپ کا ریکارڈ کیا کہتا ہے؟ اگر آپ نے یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرائے تھے تو پھر یہ ریکارڈ کا حصہ کیسے بنے؟

وزیر جیل خانہ جات(چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: آپ نے بات کر لی ہے۔ اب چودھری صاحب کو بات کرنے دیں۔

وزیر جیل خانہ جات(چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! جیسے لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے ہم اسے face کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ بالکل اسے out of turn لائیں لیکن میں آپ کی وساطت سے ایک شعر ان کی نذر کروں گا:

زہر کو امرت کہو نہ سانپ کو مور کہو
اس گھر کو بچانا ہے تو پھر چور کو چور کہو

آوازیں: مکرر، مکرر

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور):

زہر کو امرت کہو نہ سانپ کو مور کہو
اس گھر کو بچانا ہے تو پھر چور کو چور کہو

جناب سپیکر: چودھری صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ آپ اس ماحول کو کیوں خراب کرانا چاہتے ہیں؟ پلیز تشریف رکھیں۔ جی قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس دن انھوں نے جذبات میں آکر یا جیسے ہی یہ الفاظ کہے جنہیں بعد میں آپ نے حذف فرما دیا۔ پھر چند دوستوں نے اپنے تاسف کا بھی اظہار کیا۔ اگر کسی وجہ سے یہ ریکارڈ کا حصہ ہیں تو پھر یہ تحریک استحقاق بنتی ہے لیکن آپ انھیں حذف بھی فرما چکے ہیں اور وہ تاسف کا اظہار بھی کر چکے ہیں۔ یہ کسی غلطی کی وجہ سے ریکارڈ کا حصہ بنے ہیں تو میرا خیال ہے کہ اسے debate میں نہ لایا جائے۔ اگر چودھری عبدالغفور صاحب شعروں کے زور پر کوئی نئی بحث کھولنا چاہتے ہیں تو ہم سب اس کے لئے تیار ہیں۔ یہاں پر سکول اور کالج کے بچوں کی طرح شعر پڑھنے کا رواج پڑ گیا ہے۔ عبدالغفور صاحب! شعر کی کوئی انتہا نہیں ہوتی شعر for and against آتے ہیں پھر آپ کو شعر سننے بھی پڑیں گے۔ میں پھر گزارش کروں گا کہ اگر یہ حذف کئے جا چکے ہیں تو پھر آپ کا فرمان بجا ہے۔

جناب سپیکر: مجھے ریکارڈ چیک کرنا پڑے گا۔ میں یقیناً کہہ دیتا ہوں کہ نازیبا الفاظ حذف کر دیئے جائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اگر یہ الفاظ اس دن کارروائی سے حذف نہیں ہوئے تو پھر rules کے مطابق آٹھ دس دن بعد حذف نہیں ہو سکتے اور یہ ریکارڈ کا حصہ ہیں۔ مجھے بالکل قائد حزب اختلاف سے اتفاق ہے کہ یہ تحریک استحقاق بنتی ہے لہذا آپ اسے پیش کرنے کی اجازت دیں اور اسے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، تحریک استحقاق دیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! بات کرنے سے پہلے قائد حزب اختلاف سے پوچھ لیا کریں۔ ان سے مشورہ کر لیا کیجئے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب بجا فرماتے ہیں کہ آٹھ دن کے بعد یا time lapse کے بعد حذف نہیں کئے جا سکتے۔

جناب سپیکر: جی میں check کروا رہا ہوں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): آپ Custodian of the House ہیں اور اسمبلی میں چیف ایگزیکٹو ہیں اور آپ کا کہا ہوا ہر لفظ حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر آپ کی یادداشت کے مطابق آپ نے حکم صادر فرمایا ہے لیکن یہ حذف نہیں ہوئے تو یہ ایک سازش کا حصہ ہے لہذا اس کی انکوائری کرائیں پھر کوئی فیصلہ کیا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! اس وقت رانا مشہود صاحب اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔

محترمہ ساجدہ میر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ساجدہ میر صاحبہ!

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! آج پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے اور یہاں ایوان میں پولیس کی بات ہو رہی تھی لہذا میں بھی اس پر بات کرنا چاہتی ہوں کہ پولیس جو چاہے کر سکتی ہے۔ پولیس وہ بے لگام گھوڑا ہے کہ وہ جسے چاہے پکڑ کر ملزم بنا دے، جسے چاہے کہہ دے کہ یہ مجرم نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا کہ پچھلے دنوں گوجرانوالہ میں انسانیت کی تذلیل ہوئی ہے۔ وہاں پولیس والے ایک بندے کو پکڑ کر اسے گدھا گاڑی پر بٹھا کر گلی گلی پھرا رہے تھے۔ اس کا جرم یہ تھا کہ وہ جواری ہے اور جوے کا اڈا چلاتا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر صاحب سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا اس ملک کی عدالتیں موجود نہیں ہیں؟ اگر کوئی ایسا کام کرتا ہے تو اس کے خلاف ایف آئی آر درج کر کے اسے جیل بھیجا جاتا۔ اگر آپ کو عدالتوں پر اعتماد ہے تو پھر پولیس کو اتنے اختیارات ہیں کہ وہ ملزم کو گدھے پر بٹھا کر پھرائیں؟ لوگوں نے اسے ٹیلی ویژن پر دیکھا ہے وہ بے ہوش ہونے والا تھا۔ اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر! میں جیل reforms کی بات کرنا چاہتی ہوں، جیل میں medical facilities بالکل نہیں ہیں۔ جسے بیس یا پچیس سال سزا ہوتی ہے وہ وہاں مر جاتا ہے لیکن اس کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ وہاں پر اچھے ڈاکٹر بھی نہیں ہیں۔ تین ماہ پہلے ظہیر الدین نامی آدمی کیمپ جیل میں مرا،

پچھلے ہفتے کوٹ لکھپت جیل سے ایک بندے کو ہسپتال شفٹ کیا گیا لیکن وہ مر گیا۔ ہم کیا کر رہے ہیں، ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ یہ یہاں آکر کہہ دیتے ہیں کہ چور چور۔ میں سمجھتی ہوں کہ چور سپاہی والا کھیل ختم کریں اور عوام کی خدمت کا کام شروع کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ لہذا میں دوبارہ استدعا کرتی ہوں کہ اس وقت جیل reforms کی بہت ضرورت ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں کافی بات ہو گئی ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی تقریر ہو گئی ہے۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! وزیر جیل خانہ جات بات کو ٹالا نہ کریں۔ اگر قانون کی بات ہے تو پھر قانون کا احترام کرتے ہوئے اس بندے کو سڑکوں اور بازاروں میں پھرانے کی ضرورت نہیں تھی۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ثقافت و امور نوجوانان (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! صغیرہ اسلام صاحبہ ناراض ہو کر بائیکاٹ کر کے ایوان سے باہر چلی گئی ہیں، وہ ہماری معزز ممبر ہیں، وہ دلبرداشتہ ہیں لہذا انھیں ایوان میں بلایا جائے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ ہماری بہن ہیں۔ میں ڈاکٹر اسد اشرف صاحب اور سید حسن مرتضیٰ صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ جائیں اور ہماری بہن کو واپس ایوان میں لے آئیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں صلح وغیرہ دے چکراں دے وچ نہیں پیندا لیکن جناب دے حکم دی تعمیل کر دیاں ہویاں چلا جاندا آں۔

محترمہ نرگس فیض ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے!

محترمہ نرگس فیض ملک: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک انتہائی اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ پچھلے کئی دنوں سے اسمبلی میں موجود ڈسپنسری سے ادویات نہیں مل رہیں۔ خود میرے ساتھ ہوا ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب کی دوائیوں کے لئے ڈاکٹر کی لکھی ہوئی سلپ بھیجی لیکن پچھلے تین ہفتوں سے اسمبلی ڈسپنسری کے ڈاکٹر یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں routine کی جو لسٹ ملی ہے اس کے مطابق ادویات ملیں گی۔

جناب سپیکر! پلیز دو منٹ توجہ دے دیں۔ ایوان کے تمام ممبران کا استحقاق ہے کہ وہ اپنی اور اپنے والدین کے لئے ادویات لے سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! پلیز ایک سیکنڈ کے لئے میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! ایک مہینے کی دوائی ملنی تھی لیکن میں پچھلے تین ہفتوں سے ان کے پاس چکر لگا رہی ہوں لیکن ابھی تک ڈاکٹر صاحب وہ ادویات دینے کے لئے agree نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے ہمیں جو لسٹ مہیا کی گئی ہے ہم نے اس کے مطابق ادویات دینی ہیں۔ ہمیں بتایا جا یا کہ کیا ہم نے وہاں ڈسپرین یا اسپرو لینے جانا ہے؟ ہمیں جو دوائیاں ڈاکٹر نے لکھ کر دی ہیں اگر وہ نہیں ملیں گی تو پھر انھیں کونسی لسٹ دی گئی ہے اور وہ کون سی دوائیاں دیں گے، ممبران کے ساتھ یہ کیا مذاق ہے، ہم نے ایک ماہ کی دوائیاں لے کر بیچنی تو نہیں ہیں، ممبران کو دوائیاں کیوں نہیں دی جا رہیں؟ پچھلے تین ہفتوں سے روزانہ ان سے request کی جاتی ہے لیکن وہ روزانہ یہی جواب دیتے ہیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے ہمیں جو لسٹ مہیا کی گئی ہے ہم نے اس کے علاوہ دوائیاں نہیں دینی تو پھر کیا پہلے ہم بیماری ان کے مطابق شناخت کرائیں گے اور پھر مریض کو دوائی ملے گی؟ کل کو وہ یہ بھی کہیں گے کہ جو بیماری ہمیں ہے اس کے مطابق ہی آپ کو بیماری ہونی چاہئے ورنہ ادویات نہیں ملیں گی۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر اسد اشرف صاحب ابھی ہاؤس میں تشریف لاتے ہیں تو ان سے ہم اس بارے میں وضاحت چاہیں گے۔

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! یہ فیصلہ واپس لیا جائے، یہ فہرست والی پابندی ختم کی جائے اگر ممبران کے ساتھ یہ سلوک ہے تو پھر ہسپتالوں میں کون سی ادویات ملتی ہوں گی؟

جناب سپیکر: آپ کی بات درست ہے۔ ابھی ڈاکٹر اسد اشرف صاحب آتے ہیں تو اس بارے میں وضاحت لیتے ہیں۔

چودھری محمد شفیق: جناب سپیکر! جیسا کہ میری بہن نے ابھی ذکر کیا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے ادویات کی ایک فہرست دی گئی ہے اور اس میں جو ادویات ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ معزز ممبران جو نسخہ دیتے ہیں اس کے مطابق ادویات نہیں مل رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب

کوئی ڈاکٹر نہیں ہیں۔ دراصل معزز ممبر صاحبہ جو بات کہہ رہی ہیں وہ بالکل صحیح ہے کہ یہ سارا مسئلہ محکمہ صحت اور سیکرٹری صحت کا ہے۔ انھوں نے 761 ادویات کی ایک فہرست ان کے generic name سے دی ہے کہ انہی ادویات میں سے نسخہ تجویز کیا جائے۔ اگر کوئی ڈاکٹر ہمیں نسخہ دیتا ہے اور ہم ان سے medicines مانگتے ہیں تو اسمبلی ڈسپنسری کے ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ یہ medicines ہی آپ کو ملیں گی بلکہ اس میں سے جو چیز generic name سے آئے گی وہ آپ کو مہیا کی جائے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ محکمہ صحت اور کمپنیوں کی ملی بھگت سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ پورا محکمہ صحت اس معاملے میں involve ہے۔ اس میں وزیر اعلیٰ صاحب کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، ان کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے، یہ تو محکمہ صحت کا مسئلہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہمیں بتائیں یا پھر سیکرٹری صحت سے پوچھا جائے کہ اس طریقے سے کیوں کیا گیا ہے؟ کمپنیوں سے contact کر کے، ان کے ساتھ ریٹ طے کر کے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا گیا ہے اور ہمارے لئے مسائل پیدا کئے جا رہے ہیں۔ ہم نے تو وہ medicines لینی ہیں جو ہمیں ڈاکٹر نسخے پر تجویز کرتا ہے اور وہ ساری medicines مارکیٹ میں available ہیں یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ادویات مہیا نہیں کی جا سکتیں؟

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! اسمبلی ڈسپنسری میں جو ڈاکٹر تعینات ہے اسی نے کہا ہے کہ ہمارے پاس وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے ایک فہرست آئی ہے اور ہم نے اسی کے مطابق ہی ادویات دینی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جو distributors ہیں وہ ان سے اپنے کمیشن کی خاطر سستی ادویات approve کروا لیتے ہیں اور جو مہنگی ادویات ہیں وہ ان کو enlist نہیں کرتے۔ اس سے پہلے یہ ساری ادویات ہمیں مل رہی تھیں۔

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (چودھری ظہیر الدین خان): جناب سپیکر! ادویات کے حوالے سے زیادہ تر اعتراضات اور تجاویز حکومتی بنچوں کی طرف سے آ رہی ہیں۔ ہماری اپوزیشن تو ہر لحاظ سے ایک صحت مند اپوزیشن ہے۔ یہ اپنی پارٹی میٹنگ کے اندر یہ باتیں طے کر لیں، جتنے مرضی فنڈز وہاں سے لے لیں۔ ہمیں تو چھوٹی موٹی دوائی، اسپرین وغیرہ جو بھی مل جائے گی ہم لے لیا کریں گے۔ ہاؤس کی کارروائی کو آگے بڑھنے دیں۔ ادویات تو ہسپتالوں میں بھی کسی کو نہیں مل رہیں، اگر وہاں کی کوئی بات

کرنی ہے تو کریں۔ اپنے privileges کے لئے اپنی پارلیمانی پارٹی میٹنگ میں decide کر لیا کریں تو بہتر ہے۔ اس وقت ہاؤس کی کارروائی کو آگے چلنے دیں۔ گولی کون سی ملتی ہے، چھوٹی ملتی ہے یا بڑی ملتی ہے اس کو وہیں اپنی پارلیمانی میٹنگ میں طے کر لیا کریں۔ اپوزیشن کی طرف سے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ اپنی ادویات خود ہی تقسیم کر لیں۔

ملک اعتبار خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ملک صاحب بڑی مشکل سے آج پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوئے ہیں، پہلے ان کی بات سن لی جائے۔ جی، ملک صاحب!

ملک اعتبار خان: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ۔۔۔

جناب سپیکر: ملک صاحب! یہ کیا پڑھ رہے ہیں؟ ابھی تو اس کا وقت نہیں آیا۔ آپ ذرا وزیر قانون صاحب کے ساتھ coordinate کر لیں، اس کے بعد پھر بات کریں۔ جی، ڈاکٹر اسد اشرف صاحب! ہمیں بتائیں کہ یہ کیا معاملہ ہے، کیوں ادویات نہیں مل رہیں، اس بارے میں آپ واضح طور پر بتائیں کہ کیا ہو سکتا ہے، کیا پنجاب اسمبلی کے ڈاکٹر کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے ان معزز ممبران کو نسخے کے مطابق، جس طرح یہ چاہتے ہیں ادویات دے سکتا ہے؟

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ تین دن پہلے یہ بات ہوئی تھی اور میں نے یقین دہانی کروائی تھی کہ اس میں کوئی ambiguity نہیں ہے۔ جس طرح پہلے معزز ارکان اسمبلی یا ان کے dependants کو health or treatment کی جو facilities حکومت پنجاب دے رہی تھی اس پر کوئی compromise نہیں ہے۔ یہ ان کا استحقاق ہے۔ میں نے تو اسی floor پر یہ گزارش بھی کی ہے کہ اگر کوئی معزز ممبر یا اس کا dependant کسی ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں پر پبلک سیکٹر کی health facility نہیں ہے تو وہ پرائیویٹ علاج کروا کر reimburse کروا سکتا ہے۔ اس سے یہ بات clear ہو جانی چاہئے کہ کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اصل confusion شاید اس وجہ سے create ہوئی ہے کہ ہسپتالوں کی formulary کے لئے حکومت پنجاب کا محکمہ صحت bulks میں جو ادویات خریدتا ہے اس کی تعداد بڑھا دی گئی ہے۔ اکثر شکایت آتی تھی کہ indoor کے ہر مریض کے attendant کے پاس پرچی ہوتی تھی کہ بازار سے یہ دوائی لے کر آؤ جو کہ ہسپتال میں میسر نہیں

ہے۔outdoor میں بھی یہ ہوتا تھا کہ کچھ multi vitamins یا pain killer دے دی جاتی تھیں یعنی simple سی ادویات تو مہیا کر دی جاتی تھیں اور باقی اصل ادویات brand name کے حوالے مریضوں کو لکھ کر دے دی جاتی تھیں۔

جناب سپیکر: brand name یا پھر generic name؟

ڈاکٹر اسد اشرف: جناب سپیکر! جو material یا chemical constituent ہوتا ہے اس میں molecule تو سب کا ایک ہی ہوتا ہے لیکن جب اسے مختلف کمپنیاں بناتی ہیں، جب مختلف pharmaceutical multi national بنا رہی ہوتی ہیں تو ان کی قیمتوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک گولی پانچ روپے میں مل رہی ہوتی ہے اور وہی گولی اگر کوئی دوسری کمپنی brand name سے بنا رہی ہے تو وہ پانچ سو روپے میں بھی مل رہی ہوتی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پچھلے دنوں یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ کسی شخص کے ہاتھ میں، چاہے کوئی مریض ہو یا attendant ہمیں پرچی نہیں چاہئے۔ ہر علاج ہسپتال میں میسر کیا جائے۔ اس حوالے سے تمام گورنمنٹ، پبلک سیکٹر، پرنسپل حضرات، پروفیسر صاحبان سے رائے مانگی گئی کہ اپنے اپنے شعبہ جات میں جو جو ادویات استعمال کرتے ہیں وہ ساری لکھ کر دیں تو انھوں نے وہ ساری ادویات لکھ کر دے دیں تو ان ادویات کی تعداد 210 سے بڑھ کر 761 ہو گئی۔ Oncology, Cardiology and Dermatology سے لے کر سب شعبہ جات کی ادویات اس فہرست میں شامل کر لی گئی ہیں اور اس کا notification جاری کیا جا چکا ہے۔ یہاں پر کسی کا معالج، consultant جو دوائی لکھ کر دے گا، کسی brand کی لکھ کر دے گا اس پر ہسپتال کا ایم ایس پابند ہے کہ وہ معزز ممبران یا اس کے dependant کو مہیا کرے۔ شکریہ

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: ابھی تحاریک استحقاق شروع کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کا ٹائم آئے گا اور اس وقت ملک صاحب آپ اس پر ضرور بات کریں۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب والا! میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ڈسپنسری سے دوائیاں بالکل نہیں مل رہیں اور یہ ایک گھمبیر معاملہ ہے اس کو آپ خود چیک کریں یا اس پر اگر کوئی کمیٹی بنانا چاہتے ہیں تو کمیٹی بنا دیں کیونکہ ممبران کا یہ genuine مسئلہ ہے مہربانی فرما کر اس کو حل کروائیں۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر: نماز کے لئے آدھے گھنٹے کا وقفہ کیا جاتا ہے۔ ہم انشاءاللہ ڈیڑھ بجے دوبارہ ملیں گے۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے آدھ گھنٹے تک اجلاس کی کارروائی ملتوی کی گئی)

(نماز ظہر کے وقفے کے بعد جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان
1 ایک بج کر 35 منٹ پر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق لی جاتی ہیں۔ جی، لغاری صاحب! آپ کی تحریک استحقاق ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: یہ lay ہو چکی ہوئی ہے، اب اس تحریک کا مقصد ہی فوت ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر: dispose of کی جاتی ہے۔ تحریک استحقاق نمبر 57 رائے فاروق عمر خان کھرل صاحب کی ہے۔ تشریف رکھتے ہیں؟

محترمہ نرگس فیض ملک: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ نرگس فیض ملک: جناب سپیکر! وقفہ سے پہلے تھوڑی دیر میں ہاؤس میں نہیں تھی تو اس وقت آپ نے کچھ فرمایا تھا۔

جناب سپیکر: آپ کے پاس جو بھی کوئی نسخہ ہو وہ آپ اسمبلی ڈاکٹر کو جا کر دیں تو اس کے مطابق انشاءاللہ تعالیٰ عمل ہو گا۔

محترمہ نرگس فیض ملک: ڈاکٹر صاحب کے پاس تو already ہے لیکن اب مجھے نہیں پتا کہ وہ میں کس کو دوں؟ یہ ڈاکٹر صاحب کے پاس تین ہفتے سے نسخہ پڑا ہوا ہے اور آج فرما رہے ہیں کہ نہیں جبکہ تین بار ان سے میری بات بھی ہو چکی ہوئی ہے اور فون پر بھی بات ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر: ہو سکتا ہے کہ ان کو یاد نہ ہو۔ آپ ذرا دوبارہ ان کو چیک کروائیں۔ رائے فاروق عمر خان کھرل صاحب تشریف فرما نہیں ہیں اور میرے خیال میں وہ دلچسپی نہیں لے رہے لہذا ان کی تحریک استحقاق نمبر 2 dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق محترمہ سکینہ شاہین صاحبہ کی ہے جو انہوں نے T.O.R کے خلاف دائر کی تھی۔ اب ان کی طرف سے چٹ آئی ہے کہ T.O.R نے

معافی مانگ لی ہے۔ لہذا یہ تحریک استحقاق بھی dispose of کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 9 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اس پر کل کچھ بات چیت ہوئی تھی اور محترم وزیر قانون صاحب نے اس بارے میں کچھ کرنا تھا۔

جناب سپیکر: جی، لا منسٹر صاحب!

روزنامہ ''جنگ'' کی غلط رپورٹنگ
سے معزز رکن اسمبلی کی شہرت کا نقصان

(---جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثنا اللہ خان): جناب سپیکر! اس پر ہمارے پریس گیلری کے عہدیداران سے آج اجلاس سے فارغ ہو کر شیخ صاحب کی میٹنگ کرواتے ہیں اور اس مسئلے کو انشااللہ حل کر لیں گے۔ اسے آپ بے شک کل تک کے لئے pending کر دیں۔

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق ختم ہوئیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔ یہ تحریک التوائے کار نمبر 1001/08 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔ جی، شیخ صاحب!

"O Level" اور "A Level" کے طلباء کو میڈیکل کالجوں میں
داخلہ نہ ملنے کی وجہ سے پریشانی کا سامنا

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میڈیکل کالجوں میں مروجہ داخلہ پالیسی کے تحت "O Level" اور "A Level" کے سینکڑوں طلبا و طالبات میڈیکل کالجوں میں داخلے سے محروم رہ گئے ہیں۔ یہ نہایت ذہین طلبا اور

طالبات مشکل ترین کورس کے ساتھ ساتھ لاکھوں روپے کی فیسیں foreign exchange میں ادا کر کے یہاں تک پہنچتے ہیں لیکن میڈیکل کالجوں میں داخلوں کے حوالہ سے غلط حکومتی پالیسی کی وجہ سے میڈیکل کالجوں میں داخلوں سے قبل انٹر بورڈ کمیٹی آف چیئرمین کے ایک غلط فیصلہ پر "O Level" اور "A Level" کے طلبا و طالبات کے 15 فیصد نمبر کاٹ لئے گئے جس سے ان کے کل نمبر 1100 کی بجائے 935 رہ جاتے ہیں جبکہ اوپن میرٹ کے لئے F.Sc کے لئے طلبا و طالبات کے مجموعی نمبر 1100 ہی رہتے ہیں اور نتیجتاً "O Level" اور "A Level" کے طلبا و طالبات داخلہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔ پچھلے سال بھی میڈیکل کالجوں نے ان طلبا و طالبات کے داخلہ میں صریحاً زیادتی کی تھی اور اسی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف اکیس طلبا و طالبات داخلہ لے سکے تھے۔ قوم کے ان بچوں کے مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس معزز ایوان کے ہر رکن کا اس اہم معاملے پر نہ صرف اظہار خیال ضروری ہے بلکہ فوری طور پر ایسی پالیسی جس سے دوسرے کی حق تلفی ہو کا ختم کیا جانا بھی ضروری ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں محکمہ کا جواب ہے کہ میڈیکل کالجوں میں داخلہ امیدواروں کی تعلیمی قابلیت کو پرکھنے کے بعد عمل میں لایا جاتا ہے جو کہ امیدواروں کے F.Sc یا مساوی نمبروں اور میٹرک میں حاصل کردہ نمبروں کے aggregate پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ مساوی نمبر یا equivalence۔ Inter Board Committee of Chairman(I.B.C.C) سے جاری ہوتے ہیں جس کا محکمہ صحت سے کوئی تعلق نہیں۔ محکمہ صحت حکومت پنجاب اس امر کی یقین دہانی کرتا ہے کہ تمام امیدواروں کا داخلہ میرٹ پالیسی کے تحت ہو اور کسی بھی امیدوار کو خواہ وہ F.Sc stream سے ہو یا "A" level stream سے ہو، حق تلفی نہ ہونے پائے۔ اگر کوئی امیدوار اوپن میرٹ کے تحت طے کردہ فارمولے کے تحت aggregate نمبر زحاصل کر لیتا ہے تو وہی داخلے کا مستحق قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر کسی "A" level کے طالب علم کے مساوی نمبروں میں کمی کی شکایت ہو تو اس سلسلے میں وہ I.B.C.C سے ہی رجوع کر سکتا ہے اور محکمہ صحت کا اس سلسلے میں کوئی role نہیں بنتا تاہم I.B.C.C حکومت پاکستان کو اس سلسلے میں

حکومت پنجاب کی تشویش سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور I.B.C.C نے اس معاملے میں تمام متعلقہ ملکی اور غیر ملکی اداروں سے رابطہ کر کے اس معاملہ کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی یقین دہانی کروائی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! محترم لاء منسٹر صاحب کی طرف سے admission آ گئی اور انہوں نے یہ بات مان لی کہ واقعی یہ معاملہ پنجاب حکومت نے refer کیا ہے تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار بھی نومبر کی ہے اور اب اس کی باری آئی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آگے آنے والے admission سے پہلے پہلے کوئی ایسا فیصلہ ہو جائے تاکہ مزید بچوں کی حق تلفی نہ ہو اور جتنی جلدی جو فیصلہ ہو جائے، میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو معاملہ refer کیا ہے اگر اس کے اندر کوئی urgency ہو جائے اور اگلے admission سے پہلے پہلے ہو جائے تو بہتر ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں آج ہی محکمہ صحت کے جو متعلقہ حکام یہاں موجود ہیں تو ان سے میں کہتا ہوں کہ دوبارہ I.B.C.C کے متعلق جو reference بھیجا ہے تو اس کی present position کا بھی پتا کریں اور اس سلسلے میں زیادہ بہتر طور پر expedite کروانے کے لئے کوئی چارہ جوئی کریں تاکہ next examinations سے پہلے پہلے یہ معاملہ حل ہو جائے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! شکریہ

MR. SPEAKER: It is not pressed, disposed of.

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! زمیندارا کالج گجرات کے معاملے پر اس دن ڈپٹی سپیکر صاحب بیٹھے تھے تو 3-فروری کو میں نے point of order پر بات کی تھی تو وزیر قانون نے فرمایا تھا کہ آپ تحریک التوائے کار جمع کروائیں۔ وہ پہلے ہی میں نے جمع کروائی تھی تو پھر request کی سپیکر صاحب سے تو انہوں نے فرمایا کہ ٹھیک ہے کہ ہم out of turn لے لیں گے۔ آج پھر میں یہ درخواست کر رہا ہوں کہ اسے out of turn لے لیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! ایسی کوئی بات ہوئی تھی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثنااللہ خان): جناب سپیکر! اگر آپ اجازت دینا چاہیں تو ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر: جی، گھرال صاحب کی تحریک التوائے کار کا نمبر 43/09 ہے۔ وہ پیش کریں۔

زمیندار اکالج گجرات کی اراضی پر قبضہ کے خلاف احتجاج کرنے والے پروفیسروں اور طلباء وطالبات پر پولیس کا وحشیانہ تشدد

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 2009-1-29 کی خبر کے مطابق گجرات پولیس نے زمیندار اکالج گجرات کی اراضی پر پیپلز پارٹی کے ایک رہنما کی طرف سے قبضہ کرنے کے خلاف احتجاج کرنے والے پروفیسروں، طلبا و طالبات پر دھاوا بول دیا اور کالج میں داخل ہو کر اندھا دھند فائرنگ کر دی۔ آنسو گیس کے استعمال اور وحشیانہ لاٹھی چارج سے درجنوں پروفیسر، طلبا و طالبات شدید زخمی ہو گئے جبکہ جوابی کارروائی پر متعدد اہلکار بھی زخمی ہو گئے۔ بتایا گیا ہے کہ سٹی سرکل کے چاروں تھانوں کی پولیس ایس ایچ او مولوی شریف چھرا کی سربراہی میں جوتوں سمیت مسجد میں بھی داخل ہو گئی اور لاٹھی چارج سے چھپنے والے طلبا کو مسجد سے نکال کر وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا، طالبات کی چادریں کھینچ کر ان کے بال نوچے اور علاقہ کئی گھنٹے میدان جنگ بنا رہا۔ بھمبر روڈ پر ٹریفک معطل رہی اور تصادم کے باعث پروفیسرز و طلبا کی درجنوں موٹر سائیکلیں تباہ ہو گئیں۔ کالج کے پروفیسروں نے بتایا کہ پولیس نے بربریت کی انتہا کر دی لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کی کاپی مجھے موصول ہو گئی ہے اور اس کا جواب ابھی موصول نہیں ہوا تو اسے آپ next Monday کے لئے pending فرمالیں تاکہ اس پر مفصل جواب لے کر محرک کو مطمئن کیا جا سکے۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ اس issue میں دو چیزیں آتی ہیں کہ پولیس نے جو ظلم و زیادتی کی ہے لیکن اسے اس تناظر میں بھی دیکھنا ہے کہ پولیس نے اتنا بڑا

آپریشن کس کے کہنے پر کیا ہے؟ایک سیاسی بندہ تھا جس نے کالج کی زمین پر قبضہ کیا اور اس میں انتظامیہ اس حد تک involve تھی کہ کالج کے پرنسپل کو محکمہ مال کے آفیسر نے فون کر کے کہا تھا کہ آپ اس معاملے میں نہ پڑیں۔ رانا صاحب اس چیز کو اس تناظر میں ضرور دیکھیں اور انکوائری میں اس کو سامنے لے کر آئیں۔ خاص طور پر ممبر بورڈ آف ریونیو انکوائری کے لئے کوئی جواب دیں۔ انہوں نے میڈیا کے سامنے بات کی تھی کہ یہ زمین ریکارڈ میں زمیندار اسکول کے ہی نام ہے۔ یہ بات بھی سامنے آ چکی ہے تو ان باتوں کو ضرور مدنظر رکھا جائے۔

جناب سپیکر: ضرور رکھیں گے، ساری رپورٹ لیں گے۔ جی، شیخ علاؤالدین!

افسران کی ملی بھگت سے پراپرٹی کی غلط تشخیص

اور مالکان کے نام تبدیل کرنے سے عوام کو پریشانی کا سامنا

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ پراپرٹی ٹیکس کا عملہ صوبہ میں کروڑوں روپے کی کرپشن میں ملوث ہے۔ پراپرٹی ٹیکس کے عملے نے ٹیکس دہندگان جن کو پورا عزت و احترام ملنا چاہئے کو ڈرانے دھمکانے کے لئے غنڈوں اور بدمعاشوں کی خدمات بھی حاصل کی ہوئی ہیں۔ یہ امر حقیقت ہے کہ پراپرٹی مالکان کو کبھی سرخ اور کبھی کالا نوٹس بھیجا جاتا ہے۔ پھر وارنٹ گرفتاری جس کا انہیں قانوناً اختیار نہ ہے بھیج دیتے ہیں۔ پہلے جان بوجھ کر پراپرٹی کی غلط تشخیص اور اکثر فرضی کرایہ داروں کے نام ڈالے جاتے ہیں۔ مالکان جائیداد کے نام بھی دانستہ بدل دیئے جاتے ہیں اور پھر ان کی درستی کے لئے علیحدہ مطالبہ ہوتا ہے۔ عملہ اپنے افسران کی ملی بھگت سے اکیسویں صدی میں بھی اٹھارویں اور انیسویں صدی کے مہاراجوں اور سکھ دور حکومت کے تاریخی بدنام اہلکاروں کی یاد دلاتا ہے۔ پراپرٹی ٹیکس کا عملہ اور افسران محکمے میں ایک بار بھرتی کے بعد یہیں سے ریٹائر ہوتے ہیں اور کرپشن کے ایسے طریقے جانتے ہیں جس کو سپر کمپیوٹر بھی نہیں پکڑ سکتا۔ ایک ہی بازار اور ایک ہی علاقہ کی پراپرٹیوں کے ٹیکس میں زمین و آسمان کا فرق رکھا جاتا ہے۔ جس نے پیسے دے دیئے اس کا ٹیکس چودہ سو روپے اور جس نے نہ دیئے اس کا ایک لاکھ چالیس ہزار روپے سالانہ ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پراپرٹی ٹیکس کے تمام عملہ کو اور افسران کو فوری طور پر ایسے محکموں میں بھیجا جائے جہاں قطعاً direct public dealing نہ ہو۔ ویسے بھی

Taxation Reforms میں Frequent Transfer Taxation Law کا بنیادی اصول طے شدہ ہے۔ ایسی ترامیم بہت ضروری ہیں جس سے ٹیکس گزار اور عملہ کا آپس میں تعلق ختم ہو جائے اور عملہ کے صوابدیدی اختیارات نہ رہیں۔ تمام کار خاص جو اصل میں محکمہ کے ریٹائرڈ ملازمین ہیں پر نظر رکھنا بہت ضروری ہے جو بددیانت ملازمین کے ایجنٹ کا کردار بخوبی نبھا رہے ہیں۔ یہ امر بھی یقینی بنایا جائے کہ پراپرٹی ٹیکس میں کوئی نیا ملازم تین سال سے زائد نہ رہ سکے۔ پراپرٹی ٹیکس کے عملے کو ٹیکس دہندگان کا احترام و سلیقہ سکھایا جائے۔ ان تمام امور کے ساتھ ساتھ محکمہ کے تمام بددیانت ملازمین جن کے نام کوئی صیغہ راز نہ ہیں اور جنہیں سب جانتے ہیں کے شاہانہ رہن سہن اور بود و باش کو بھی مد نظر رکھا جائے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! تحریک میں جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ عام نوعیت کے ہیں اور کوئی مخصوص الزام نہ لگایا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پراپرٹی ٹیکس کا عملہ ٹیکس گزاروں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ ٹیکس وصولی کے لئے کسی پرائیویٹ شخص کی خدمات حاصل نہیں کی جاتیں اور نہ ٹیکس گزاروں کو ہراساں کیا جاتا ہے۔ پراپرٹی ٹیکس کی وصولی کے لئے مجوزہ نوٹس بمطابق قانون جاری کئے جاتے ہیں۔ تاہم کچھ ایسے ٹیکس نادہندگان بھی ہیں جو بار بار notices جاری کرنے کے باوجود ٹیکس کی ادائیگی سے گریزاں رہتے ہیں۔ ٹیکس کی ادائیگی یا تو جون میں ادئیگی کے وعدے پر موخر رکھی جاتی ہے یا پھر سالہا سال تک ٹیکس کے غلط تشخیص کے بہانے سے ادائیگی نہیں کی جاتی۔ اگرچہ ایسے ٹیکس نادہندگان کی تعداد 15 فیصد سے بھی کم ہے۔ تاہم ایسے ٹیکس نادہندگان کے لئے پراپرٹی ٹیکس اور لینڈ ریونیو کے مروجہ قوانین کے مطابق مندرجہ ذیل تادیبی کارروائی کی جاتی ہے۔

1۔ اولاً ٹیکس نادہندہ کو یاد دہانی کے نوٹس جاری کئے جاتے ہیں۔

2۔ ٹیکس نادہندہ پر جرمانہ تجویز کیا جاتا ہے۔

3۔ پھر یاد دہانی کے نوٹس جاری کئے جاتے ہیں۔ ناکامی کی صورت میں واجب الادا ٹیکس کو بقایا جات لینڈ ریونیو ڈکلئیر کرکے لینڈ ریونیو ایکٹ کے سیکشن 82-81 کے تحت ذاتی شنوائی کے نوٹس جاری کئے جاتے ہیں اور بیس دن کا

وقت دے کر ٹیکس کی ادائیگی کی درخواست کی جاتی ہے۔ آخری حربہ استعمال کرنے سے پیشتر ٹیکس نادہندگان کو تنبیہ کے طور پر یاددہانی کے نوٹس جاری کئے جاتے ہیں جس پر سرخ رنگ سے یہ تحریر کیا ہوتا ہے کہ عدم ادائیگی کی صورت میں ٹیکس کی وصولی بذریعہ گرفتاری یا قرقی جائیداد کی جاسکتی ہے۔ ٹیکس نادھندگان کے خلاف مندجہ بالا notices عین قانون کے مطابق ہیں اور اس میں کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھی جاسکتی۔ اس معزز ایوان کے اراکین کی توجہ اس جانب مبذول کرائی جاتی ہے کہ بروقت ٹیکس کی ادائیگی کی صورت میں محکمہ کے کسی بھی اہلکار کے پاس کوئی اختیار نہ ہے کہ وہ وقت پر ٹیکس ادا کرنے والے ذمہ دار شہری کو کسی طرح بھی ہراساں کرے یا اس کی عزت نفس کو مجروح کرنے والے نوٹس جاری کرے بلکہ ایسے معزز ٹیکس دہندگان کو نہ صرف دفاتر میں آمد کی صورت میں خوش آمدید کہا جاتا ہے بلکہ ذاتی طور پر افسران کی طرف سے انہیں چائے بھی پیش کی جاتی ہے تاکہ ان معزز شہریوں سے نہ صرف اچھے تعلقات قائم کئے جائیں بلکہ انہیں دوسروں کے لئے مثال کے طور پر بھی پیش کیا جائے۔ ایسے فرض شناس اور حب الوطنی کے جذبہ سے معمور اشخاص کی ہمارے معاشرے میں کوئی کمی نہ ہے بلکہ پراپرٹی ٹیکس دہندگان کا 70 فیصد ایسے ہی فرض شناس شہریوں پر مشتمل ہے۔ پراپرٹی کی تشخیص فارمولا کے مطابق کی جاتی ہے جس میں ٹیکس حکومت کی مقررہ کردہ category اور موقع کی نوعیت کے مطابق ہر علاقے میں لگایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں کسی قسم کی کوئی تفریق روا نہیں رکھی جاتی تاہم غلط تشخیص کی صورت میں پراپرٹی کے مالک کی بذریعہ اپیل دادرسی کی جاتی ہے۔ اگر کوئی اہلکار کرپشن میں ملوث پایا جائے تو اس کے خلاف قانون کے تحت باقاعدہ انضباطی کارروائی کی جاتی ہے۔ جہاں تک اہلکاران کی نوکری کا تعلق ہے تو محکمانہ سروس رولز کی رو سے وہ اسی محکمہ میں بھرتی ہوتے ہیں اور مدت ملازمت پوری ہونے پر ساٹھ سال کی عمر میں ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں۔ قانون میں کوئی ایسی شق نہیں ہے جس کی رو سے انہیں کسی اور محکمے میں بھیجا جاسکے، یا تین سال

نوکری کرنے کے بعد انہیں گھر بھیج دیا جائے۔ نیز پراپرٹی ٹیکس کے سرکلوں میں ہر تین سال بعد ملازمین کے تبادلے کئے جاتے ہیں۔ اگر تمام سٹاف کا تبادلہ کیا جائے تو پھر پراپرٹی ٹیکس کی وصولی میں کمی آجائے گی کیونکہ نیامتعلقہ سٹاف ہر ٹیکس گزار کو نہیں پہچانتا۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ کسی ٹی وی یا ریڈیو سے کوئی Government Bulletin جاری ہے اور محکمے کی marketing ہو رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے منسٹر صاحب یہ بتائیں کہ میں نے اس میں گزارش کی ہے کہ assessment، مجھے پہلے منسٹر صاحب یہ جواب دیں کہ after every five years کتنے percent increase کر سکتے ہیں، کیا یہ محکمے کے لئے discretionary ہے یا fix ہے، ایک کمرشل پراپرٹی کا یا ایک گھر کا کتنے percent بڑھا سکتے ہیں؟ باقی بات میں بعد میں کروں گا۔ یہ انتہائی important adjournment motion ہے اس کے اندر اس محکمے نے لوگوں کی زندگیاں حرام کی ہوئی ہیں۔ باقی باتیں میں بعد میں کروں گا کہ اگر تین سال کے ادھر ادھر ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے مجھے منسٹر صاحب پہلے یہ بتائیں کہ محکمے کے پاس کتنے percent increase کا اختیار ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! شیخ صاحب انتہائی محترم ہیں انہوں نے جتنی تفصیلی تحریک التوائے کار دی تھی اور آپ کو جیسا کہ پتا ہے کہ شیخ صاحب کو اگر جواب تسلی بخش نہ دیا جائے تو وہ پھر اسی طرح بات کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں کوئی bulletin سنا رہا تھا، شیخ صاحب! یہ bulletin نہیں بلکہ محکمے کے حقائق تھے جو میں نے جناب کے سامنے رکھے ہیں۔ اگر وہ آپ کو bulletin لگا ہے تو جناب کی خدمت کے لئے عرض ہے کہ ٹیکس ہر پانچ سال بعد increase کیا جاتا ہے اور اس وقت جو ہمارا taxation ریٹ چل رہا ہے وہ 2001 میں ہمارا جو last survey ہوا تھا اس کے مطابق چل رہا ہے۔ اس میں ہماری categories ہوتی ہیں---

جناب سپیکر: جی، انہوں نے کوئی غلط بات نہیں کی۔ انہوں نے اپنے محکمے کی بات کی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ بہت اچھے fullback ہیں۔

جناب سپیکر: انہوں نے حقیقت کے موتیوں کو واقعات میں پرو کر آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میری عرض یہ ہے کہ آپ خود سمجھتے ہیں۔ آپ خود ماشاء اللہ جائیداد والے ہیں۔ اس میں یہ مارکیٹنگ کی گئی ہے کہ وہاں چائے بھی پیش کی جاتی ہے۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ ٹیکسیشن افسر اور بغیر لالچ کے چائے دے دے۔ وہ تو میرے منہ سے کچھ اور نکل جائے گا۔ میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ محترم منسٹر صاحب میرے لئے بھی بہت محترم ہیں۔ میں نے پوچھا ہے کہ کتنے فیصد بڑھا سکتے ہیں؟ بات یہ ہے کہ کرایہ داروں کے مقابلے میں جب مالک مکان کو یا کمرشل پراپرٹی کے مالک کو یہ کہا جاتا ہے کہ تمہارا کرایہ دار جو ہے وہ تو تمہیں 50 ہزار روپے کرایہ دے رہا ہے تو تم نے یہاں پر 10 ہزار لکھوایا ہوا ہے وہ کرایہ دار کب سے بیٹھا ہوتا ہے مالک اپنی جان چھڑانے کے لئے فوری طور پر settlement کرتا ہے۔ میری گزارش صرف یہ ہے کہ assessment کا کوئی settled criteria یا barometer نہیں ہے تو اس کا مطلب تو ہے کہ ٹیکسیشن کے عملے کے پاس open hand ہے۔ ان کی discretionary powers اتنی زیادہ ہیں کہ وہ 100 روپے کے ٹیکس کو assessment میں اٹھا کر ایک ہزار روپے کر سکتے ہیں جو کہ بہت زیادتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو پابند کیا جائے، ان کو کیوں پابند نہیں کیا جاتا کہ پانچ سال کے بعد property کی deterioration بھی ہوتی ہے، maintenance بھی ہے اور کئی مسائل ہیں، rent ordinance میں بڑے مسائل ہیں تو ان کو کیوں نہیں پابند کیا جاتا کہ آپ اسے زیادہ نہیں بڑھا سکتے، منسٹر صاحب پہلے مجھے یہ تو بتا دیں کہ کتنے فیصد ان کو assessment بڑھانے کا اختیار ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ ایک ہی جگہ پر ایک ہی بازار میں، ایک جیسی properties کی مختلف assessments ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ جب یہ خود کہہ رہے ہیں کہ اسی محکمے میں بندہ بھرتی ہوتا ہے اور اسی محکمے سے ریٹائر ہوتا ہے تو آپ خود سمجھ لیں کہ public dealing میں جب یہ کچھ ہو گا اور ایک ملازم آج اس circle میں ہے کل اس circle میں ہے اور یہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اور جو backward areas ہیں وہاں کوئی E.D.O لگنے کو تیار نہیں ہے۔ یہ میرے پاس ریکارڈ موجود ہے ہر E.D.O کی، جیسے ہر سپاہی کی، ہر تھانے دار کی کوشش یا خواہش ہوتی ہے کہ اس کو کسی طرح تھانہ ٹبی میں لگا دیا جائے اسی طرح ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو prime areas ہیں گلبرگ ہے، شادمان ہے، مال روڈ ہے وہاں لگا دیا جائے۔ بات بہت آگے جائے گی۔

جناب سپیکر: آپ تو ماشاء اللہ بڑے شریف آدمی ہیں، آپ کدھر کا نام لے رہے ہیں۔ (قہقہے)

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! ریفرنس کرنے کے لئے تو دینا چاہئے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جی، ہم ادھر ہی رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ کوئی اور بات کر رہے ہیں۔ آپ نے وہ سنی نہیں ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! شیخ صاحب سونے کی کانوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: یہ question hour نہیں ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بڑی اہم بات کرنا چاہ رہا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیے۔ آج لگتا ہے آپ jogging کے mode میں ہیں۔ (قہقہے)

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا مناسب سمجھوں گا کہ ایک انسپکٹر جو ٹیکسیشن کرتا ہے، assessment کرتا ہے وہ اگر appeal یا چیلنج کرتا ہے اگر وہ assessment غلط ثابت ہوتی ہے تو وہ کتنے انسپکٹروں کو اور جو ٹیکسیشن ڈیپارٹمنٹ کو assess کرنے والے آفیسران ہیں، کتنے اہلکاروں کو سزا دی گئی ہے اور جو ان کی نمود و نمائش ہے اور جو یہ لوٹ مار کرتے ہیں آج تک کتنے کرپشن کے cases آئے ہیں اور ان پر کوئی check and balance قائم کیا گیا ہے؟ یہ میرا سوال ہے۔

جناب سپیکر: میرا بھی آپ سے سوال ہے کہ آپ کی سیٹ کدھر ہے اور آپ بیٹھے کدھر ہیں؟ (قہقہے)

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! علی اصغر منڈا صاحب ہمارے انتہائی محترم معزز ممبر ہیں مگر انہوں نے جو بات کی ہے اس کا میرا خیال ہے کہ fresh question بنتا ہے یا نئی Adjournment Motion بنتی ہے۔ جہاں تک شیخ صاحب محترم کا تعلق ہے انہوں نے جو سوال assessment کے حوالے سے کیا ہے وہ تو میں بتانا چاہوں گا کہ ہماری assessment کی taxation rates مختلف ہیں اس کے categories بنی ہوتی ہیں جو A سے لے کر F تک ہوتی ہیں

ہیں اور شیخ صاحب اگر چاہ رہے ہیں تو میں ان کو اجلاس کے بعد detail مہیا کر دیتا ہوں وہ بھی ان کو مل جائے گی اور دوسرا ان کا [*************]

جناب سپیکر: نہیں، نہیں، ایسی بات نہیں ہے اس کو حذف کیا جائے۔ یہ الفاظ ٹھیک نہیں ہیں۔

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): محترم نے جو ذکر کیا ہے تو مجھے نہیں پتا تھا کہ اس طرح ہمارے محکمے میں ہو رہا ہے۔ جب سے میں نے اس کا چارج سنبھالا ہے اور جو کسی کی بھی اگر غلط assessment ہوتی ہے اس پر اپیل کا حق اس کے پاس ہوتا ہے، وہ ڈائریکٹر کے پاس اپیل کر سکتا ہے، وہ ڈی جی کے پاس اپیل کر سکتا ہے، وہ سیکرٹری کے پاس، منسٹر کے پاس اپیل کر سکتا ہے اور اس کو ہم فوری طور پر ٹھیک کرتے ہیں اور ہمارے جو افسران غلط assessment کرتے ہیں ان کو سزا دی جاتی ہے اس میں جب سے میں نے اس محکمے کا چارج سنبھالا ہے پچھلے آٹھ ماہ میں اب تک ہم کافی تقریباً بیشتر مختلف لوگوں کو suspend کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! میرے خیال میں یہ محکمے کو کافی بہتری کی طرف لے کر آ رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! نہیں، میں اس بات کو ایسے نہیں جانے دوں گا اگر آپ کو سمجھ آتی ہے تو میں اس کو چھوڑ کر باہر چلا جاتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ کیا بات ہوئی؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! نہیں، نہیں۔ میری بات یہ ہے کہ اس مسئلے پر پورا پنجاب پریشان ہے خاص طور پر جو بڑے cities ہیں لاہور ہے، راولپنڈی ہے، ملتان ہے یہ لوگ پریشان ہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ ان کے محکمے کے اندر 70 فیصد لوگ رات کو ولی ہونے لگے تھے ان کا ایک نمبر کم رہ گیا، صبح ولی نہیں ہو سکے۔ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ اس محکمے میں جتنی شدید کرپشن ہے منسٹر صاحب اس بات پر پہلے کہیں مجھے کہ کیا ایک ہی بازار میں ایک جیسی properties کی دو مختلف assessments نہیں ہیں؟ میں ثابت کرتا ہوں منسٹر صاحب on the Floor of the House گارنٹی کریں کہ ایسا نہیں ہے۔ نمبر دو یہ کہ منسٹر صاحب کو یہ بھی بتائیں اچھے بھلے سمجھدار ہیں کہ ریفرنس دینے کے لئے ہر طریقے کا ریفرنس دیا جا سکتا ہے کیونکہ ان لوگوں کو سمجھانا جو سمجھتے ہوئے نہ سمجھیں، میں یہ بات کہنا نہیں چاہتا تھا انہوں نے مجھ سے خود agree کیا کہ آپ سب کچھ صحیح کہتے ہیں لیکن اگلی بات

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جو منسٹر صاحب نے کہی میں پھر بھی ان کی عزت رکھتا ہوں، میں نہیں کہوں گا انہوں نے مجھے کیا کہا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو تحریک التواء ہے اس پر عام بحث کی اجازت دی جائے۔ تمام ارکان اس پر اپنا اظہار کریں، یہ انتہائی ضروری تحریک التواء ہے اور محکمے کو shelter نہ دیا جائے۔ میں باقاعدہ figures دوں گا اس پر جس وقت آپ detail بحث میں اسے لائیں گے کہ کون سے بازار میں کتنی properties کا کیا کچھ ہوا ہے اور دوسرا جب منسٹر صاحب یہ کہتے ہیں کہ ہم ٹرانسفر نہیں کر سکتے، ان کے پاس دوسرے ڈیپارٹمنٹس ہیں، پٹواریوں کے خلاف، تحصیلداروں کے خلاف تو بہت کچھ ہو رہا ہے اور ہونا بھی چاہئے جو کرپٹ لوگ ہیں لیکن یہاں ان سے بھی بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں کیونکہ تین سال کے بعد تو اس کا سروے کے اندر نام و نشان نہیں رہتا اور میں یہ ثابت کروں گا کہ یہ ہو کیا رہا ہے، اس واسطے منسٹر صاحب کو آپ یہ ہدایت فرمائیں کہ وہ اس کا جواب صحیح طریقے سے مجھے بتائیں اور یہ بھی بتائیں کہ جب وہ خود مانتے ہیں کہ بندے اسی محکمے میں ریٹائر ہوتے ہیں تو کیا وجہ ہے rules amend کس نے کرنے ہیں، انہوں نے کرنے ہیں یا ہم نے کرنے ہیں؟ اس پر صحیح بات کریں۔

جناب سپیکر: نہیں، وہ تو ایکسائز انسپکٹر بھرتی تو ہوئے ہیں، کیا ان کو ڈاکٹر لگایا جا سکتا ہے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! بہت سے محکموں میں بھیجا جا سکتا ہے، ان کو خوراک میں بھیجا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: جو ان کا کام ہے وہ کون کرے گا؟ جس parent department میں وہ بھرتی ہوئے ہیں اگر ان کو وہاں سے کہیں اور shift کر دیا جائے تو پھر کیا اس کا رزلٹ اچھا ہو گا؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! تو پھر پٹواریوں سے آٹا تقسیم کروانا بھی منع کر دیا جائے وہ تو پٹواری بھرتی ہوئے تھے، ان سے آٹا کیوں تقسیم ہو رہا ہے، تحصیل داروں سے کھاد کیوں تقسیم ہو رہی ہے؟

جناب سپیکر: وہ تو ان کی عارضی ڈیوٹی ہوتی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ دیکھیں! This is the discretion of the Goverment. کہ وہ جہاں چاہے اس کو لگا دے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب! آپ ان کی بات کا جواب دیں۔

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! میرے جو معزز رکن ہیں میں ان کو یہ بتانا چاہوں گا کہ جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے میں ان کی بات سے agree کرتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ ہمارے محکمے میں ایک area کے درمیان میں مختلف properties کی مختلف assessment ہوتی رہی ہیں مگر جب سے یہ نئی گونمنٹ آئی ہے اس کے بعد سے جب بھی ہمارے پاس کوئی شکایت آتی ہے کیونکہ پچھلے دور میں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، کوئی revenue collection اس محکمے میں properly نہیں ہو رہی تھی اور اس کے بعد اب ہم نے اس کو، میں یہی کہہ رہا ہوں کہ پچھلے دور میں یہاں جو گھپلے ہوتے رہے ہیں (قطع کلامیاں)

اگر وہ سننا چاہتے ہیں تو۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ relevant ہو جائیں۔

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! میں relevant ہی بات کروں گا آپ درست فرما رہے ہیں اور اس عرصہ میں جو غلط assessment کرتے ہیں ان کے خلاف ہمارا محکمہ کارروائی کرتا ہے اور آپ کی اطلاع کے لئے میں عرض یہ کرنا چاہوں گا کہ ہم totally پراپرٹی ٹیکس کا جو سسٹم اور نظام ہے اس کو computerized کر رہے ہیں۔ اس کو ہم computer پر لے کر آ رہے ہیں اور ہمارے محکمہ کی website سے آپ اپنی properties کو computer پر بیٹھ کر بھی اپنی assessment دیکھ سکتے ہیں کہ وہ صحیح ہوئی ہے یا غلط ہوئی ہے۔ ان کے سارے ریٹ computer پر آ جائیں گے۔ یہ چند دنوں کی بات ہے، اس پر بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ یہ ٹیکس دینے اور revenue collection کا محکمہ ہے اور ہم نے اس کو overall peoples friendly بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ وہاں پر ہم نے سینئر شہریوں اور خواتین کے لئے facilitation centres رکھے ہیں۔ شیخ صاحب جو بات فرما رہے تھے بالکل ہمارا عملہ چائے پیش کرتا ہے اور 70 فیصد لوگ ہمیں ٹیکس بالکل ٹھیک pay کر رہے ہیں اور تھوڑے سے یعنی 15 فیصد لوگوں کی یہ شکایت ہے جن پر یہ بات کر رہے ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: دیکھیں! آپ کے پاس صرف ایک منٹ ہے۔

شیخ علاوالدین: جناب سپیکر! لیکن یہ پھر pending اور dispose of نہیں ہو گی یا پھر میں آج dispose of ہو جاؤں گا اگر یہ dispose of ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے اس کے بارے میں بہت پتا ہے یا میں dispose of یا یہ dispose of ہو گی۔ایک ہی راستہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب میرے خیال میں آپ ان کو ذرا مطمئن کریں۔

وزیر آبکاری و محصولات (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں ایک آخری بات کرتا ہوں اور اس کے بعد بے شک لاء منسٹر صاحب بات کریں۔ شیخ صاحب کے پاس جو کچھ بھی ہے اور اس محکمہ کے حوالے سے پتا ہے۔ میں تو آٹھ ماہ سے اس محکمہ سے منسلک ہوں، یہ پتا نہیں شیخ صاحب کب سے اس محکمہ سے منسلک ہیں؟ میں آپ کے توسط سے گزارش کروں گا کہ جو بھی ان کو اس محکمہ کی کرپشن اور محکمہ کے بارے میں جو غلط کام ہو رہے ہیں پتا ہے تو وہ بتائیں، مجھے اگر یہ بتانا پسند فرمائیں گے تو ہم ان کی مرضی کے مطابق بلکہ عوام کی خواہشات کے مطابق وہاں پر کارروائی کریں گے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم شیخ صاحب جس بات سے زیادہ ناراض ہوئے ہیں وہ دراصل بات یہ ہے کہ یہاں جو تحریک التوائے کار پیش ہوتی ہے اور اس کے منسٹر صاحب نے جواب دینا ہوتا ہے وہ اس محکمہ کی طرف سے جواب ہوتا ہے اس میں منسٹر صاحب کی طرف سے اس کا کوئی ذاتی جواب نہیں ہوتا اور وہی سب کچھ محکمہ لکھ کر بھیجتا ہے۔ اگر محکمہ نے لکھ کر بھیج دیا ہے کہ ہم چائے پیش کرتے ہیں تو شیخ صاحب کو پتا ہے کہ وہ چائے نہیں پیش کرتے تو یہ ان کی ناراضگی محکمہ کی طرف سے بنتی ہے اور منسٹر صاحب کی طرف سے نہیں بنتی۔ یہاں پر میں منسٹر ایکسائز سے بھی گزارش کروں گا اور شیخ صاحب سے بھی گزارش کروں گا کہ اس کو آپ pending کر دیں اور کل سیکرٹری ایکسائز کو بلا کر منسٹر صاحب اور شیخ صاحب کو ساتھ بٹھا کر اس سلسلے میں جو معاملہ ہے وہ طے کریں گے اور شیخ صاحب جو بات assessment کے حوالے سے کر رہے ہیں وہ بات بالکل درست ہے اور لوگوں کو تکالیف ہیں اور ہمارا یہ کام ہے کہ ہم ان چیزوں کو redress کریں تو اس میں بیٹھ کر جو بہتری ہو سکتی ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ کروا دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، کل تک کے لئے اس کو pending کیا جاتا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس کو آپ Monday تک کے لئے pending کر دیں تاکہ space مل جائے اور سیکرٹری ایکسائز اور شیخ صاحب کو منسٹر صاحب کل یا پرسوں بٹھا سکیں۔

جناب سپیکر: جی، کل کے لئے یا Monday تک کے لئے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! جس طرح منسٹر صاحب کہہ رہے اس طرح ہی کر دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک التوائے کار Monday تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ تحریک التوائے کار کا وقت اب ختم ہوا۔

محترمہ نسیم لودھی: جناب سپیکر! میری تین تحاریک التوائے کار جمع ہیں لیکن ایک کے لئے بھی وقت نہیں ملا۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: دیکھیں! جو ٹائم ہے۔ میں اس کے مطابق ہی چل رہا ہوں۔ وہ already pending ہے اور وہ dispose of نہیں ہوتی۔ جی، محترمہ آپ فرمالیں۔ بڑی دیر سے یہ پوائنٹ آف آرڈر کہہ رہی تھیں لیکن وقت نہیں مل سکا۔

محترمہ راحیلہ خادم حسین: جناب سپیکر! شکریہ۔ کل میں نے بڑا important issue raise کیا تھا اور رانا ثناء اللہ صاحب نے کہا تھا کہ کل میں اسمبلی کو اعتماد میں لے کر بتاؤں گا کہ اس کے تفصیلی حالات کیا تھے اور میاں محمد شہباز شریف صاحب اور اس کی ٹیم نے بہت بڑا آپریشن کرنے کے بعد ان جعلی ادویات کو پکڑا ہے۔ ان کے متعلق ایوان کو kindly بتائیں گے کہ آج اس کے کیا حالات ہیں اور وہ کیس کہاں تک پہنچا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جو ہمارے ٹاسک فورس کے چیئرمین ہیں ان سے میرا رابطہ نہیں ہو سکا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کو کل تک کے لئے pending فرمادیں۔ میں ان سے رابطہ کر کے اس سلسلے میں جو بھی تفصیل ہو گی ان کی خدمت میں عرض کر دوں گا۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ آپ کو کل اس کے متعلق بتا سکیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، مرتضیٰ صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! رانا صاحب سے ایک ملتی جلتی بات کرنی ہے اس لئے میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر آپ سے گزارش کی ہے۔

جناب سپیکر: ان سے ملتی جلتی ہے تو آپ نزدیک بیٹھے ہیں تو ان سے مل لیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں اس بات سے relevant گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ہر سوال جو ہے pending ہو جاتا ہے اور پچھلے سیشن میں شاید آپ کو یاد ہو کہ میرا ایک سوال وزیر جیل صاحب نے pending فرمایا تھا۔

جناب سپیکر: وہ تو اب تشریف فرما نہیں ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے سوال pending فرمایا تھا اور انہوں نے ensure کروایا تھا کہ دو دن میں میں اس مسئلہ کو حل کر کے ہاؤس میں رپورٹ پیش کروں گا اس پر جناب نے انہیں کہا کہ آپ ایک ہفتہ کے بعد جواب دے دیں۔ آج تک اس کی رپورٹ آئی ہے اور نہ ہی کوئی بات ہوئی ہے۔ اس طرح اگر ہر چیز pending ہوتی جائے گی تو اس کا حل کیا ہے؟

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب! میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب! یہاں تشریف نہیں رکھتے اگر وہ آتے ہیں تو ہم ابھی بات کر لیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کل کے لئے میری اس بات کو بھی pending کر دیں اور ان سے کہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کی بات تو ہو گئی ہے، pending کیسے کروں۔

سید حسن مرتضیٰ: چلیں! ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، ملک اعتبار خان صاحب!

تحصیل جنڈ ضلع اٹک میں ایک گینگ کے ذریعے طالبات اور استانیوں کا قتل

ملک اعتبار خان: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تحصیل جنڈ اور ضلع اٹک میں پچھلے چند دنوں سے ایک گینگ آپریٹ کر رہا ہے جو کہ سکول کی بچیوں اور استانیوں کو ایک تیز دھار آلہ (instrument) سے ٹارگٹ بنا رہا ہے۔ اس کی ظالمانہ کارروائی کی وجہ سے اب تک سات معصوم بچیوں کو ٹارگٹ بنایا گیا ہے جس کی وجہ سے تین بچیاں وفات پا چکی ہیں۔

جناب والا! مورخہ 9-فروری 2009 کو ایک دردناک واقعہ کل ہی رونما ہوا ہے۔ ایک استانی سکول سے واپس آ رہی تھی کہ دو نوجوان موٹر بائیک پر آئے، انہوں نے اسی تیز دھار instrument سے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ کر غائب ہو گئے جس کی حالت اب تشویشناک ہے۔ احتجاجاً عوام نے ریلوے روڈ اور شاہراہ کوہاٹ کو کل سے ابھی تھوڑی دیر پہلے تک بلاک کیا ہوا تھا۔ اس ضمن میں ایسے محسوس ہوتا ہے کہ وہاں کی پولیس اور انتظامیہ بے بس نظر آتی ہے جس سے والدین اپنی بچیوں کو سکول بھیجنے سے اجتناب کر رہے ہیں۔ مزید برآں بچیوں کا مستقبل تاریک نظر آتا ہے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! انہوں نے جو بات کی ہے۔۔۔

ملک اعتبار خان: جناب سپیکر! میں نے سیکرٹری صاحب کے پاس اس کی کاپی جمع کروا دی ہے۔

جناب سپیکر: آپ یہ اسمبلی کے نوٹس آفس میں جمع کرائیں۔ اسے کل پر رکھ لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، درست ہے، اسے کل کے لئے رکھ لیں۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، جناب!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں نے ایک انتہائی اہم تحریک التوائے کار جمع کروادی ہے اس کی فوٹو کاپی میرے پاس موجود ہے۔ازراہ مہربانی مجھے پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: نہیں۔اس کا notice میرے پاس آئے گا تو پھر آپ کو اجازت دوں گا۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! آج ہی اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

جناب سپیکر: کیا آپ نے یہ جمع کروادی ہے؟

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جی، جمع کروادی ہے۔

جناب سپیکر: وہ آجائے تو پھر کل بات کریں گے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں اسے پڑھ دیتا ہوں باقی کارروائی بعد میں کر لینا۔

جناب سپیکر: اس طرح پڑھنے کا طریقہ غلط ہے اور یہ مناسب نہیں لگے گا۔ مخدوم احمد محمود صاحب کی طرف سے تحریک التوائے کار تھی اس کی بات ہو چکی ہے۔ہم بیٹھ کر اس کے لئے کمیٹی بنائیں گے اور اس کا جو بھی رزلٹ ہو گا وہ ایوان میں آجائے گا۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: کیا آپ ہاؤس میں موجود تھے؟ میں گزارش کروں گا کہ جو ممبران ہاؤس میں موجود نہیں تھے پھر ان کو تو اس کا حق نہیں پہنچتا۔ہاؤس میں بیٹھے ہوئے تمام معزز ممبران نے سنا ہے لیکن انھوں نے نہیں سنا۔مجھے تو افسوس ہو رہا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! جو بات میں کہنے والا ہوں اگر وہ سن لی جائے تو اس سے ایوان کا بھلا ہو گا۔

جناب سپیکر: اللہ آپ کا بھلا کرے۔

میاں محمد رفیق: سپیکر تو کھولیں۔پنجاب کے اندر قبضہ گیری کا بہت بڑا دھوکہ اور فراڈ ہوا۔

جناب سپیکر: سپیکر کو تو کسی نے نہیں پکڑا ہوا۔آپ کیوں کہہ رہے ہیں کہ سپیکر کھولیں؟

میاں محمد رفیق: آپ میری بات تو سن لیں۔

جناب سپیکر: جی!

میاں محمد رفیق: اس پر تحریک التوائے کار آ گئی- وہ تحریک التوائے کار ووٹنگ کے لئے اس ایوان میں پیش ہوئی اور اس معزز ایوان نے ووٹ دے کر اس پر بحث کے لئے دن مقرر کرایا اور اس پر بحث کے لئے دو گھنٹے مقرر ہوئے-

جناب سپیکر: آپ اچھے ماحول کو خراب نہ کریں- پلیز، ماحول اچھا رہنے دیں-

میاں محمد رفیق: اب چار آدمی مک مکا کر کے اس ایوان کی توہین کر رہے ہیں-

جناب سپیکر: کوئی مک مکا نہیں ہوا- آپ کچھ خیال کریں- ہاؤس کے ممبران کا تقدس ہوتا ہے اور جو اسے برقرار رکھتا ہے وہ بڑی عزت پاتا ہے- بہت شکریہ- آپ تشریف رکھیں-

میاں محمد رفیق: اب یہ ہاؤس کی اور پبلک کی پراپرٹی بن چکی ہے-

جناب سپیکر: جی، یہ اس ہاؤس کی پراپرٹی ہے اور رہے گی- آپ تشریف رکھیں- ہاؤس کے ممبران نے ہی اس کا فیصلہ کرنا ہے-

میاں محمد رفیق: اس پر بحث کی اجازت دی جائے-

جناب سپیکر: پلیز! آپ تشریف رکھیں- تشریف رکھیں- آپ کی بہت مہربانی-

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم میاں صاحب نے جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے اس وقت بھی یہ بات کی تھی اور اب بھی معزز ایوان کی اطلاع کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس پر صرف اتنی بات ہوئی ہے کہ آج اس معاملے کے لئے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ B.O.R کو انکوائری کے لئے کہا ہے، یہ کمیٹی بھی fact finding کرلے اور اس fact finding کی جو رپورٹ ہو گی اس پر ایوان ہی بحث کرے گا- اس ایوان میں بحث کرنے کے حق پر کوئی compromise کر سکتا ہے اور نہ کیا گیا ہے لیکن بجائے اس کے کہ صرف زبانی allegations لگائے جائیں اور جواباً allegations لگائے جائیں- ایک factual report کہ واقعی اس پر قبضہ ہوا ہے، واقعی کوئی اتنا بڑا معاملہ ہوا ہے جیسے مخدوم صاحب نے search کیا ہے یا میاں صاحب فرما رہے ہیں تو جب ایوان کے سامنے ایک fact رپورٹ ہو گی، B.O.R کی انکوائری ہو گی تو پھر اس پر زیادہ بہتر انداز میں بحث ہو سکتی ہے اس لئے آج کی بحث کو موخر کیا ہے ختم نہیں کیا اور نہ ہی کوئی compromise کیا ہے-

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! اب یہ بات ریکارڈ پر آ گئی ہے کہ بحث ختم نہیں بلکہ موخر ہوئی ہے-

جناب سپیکر: شکر ہے کہ آپ نے کوئی اچھی بات مان لی۔ جی، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔
وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، درست ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

جنرل ہسپتال لاہور کے وارڈ نمبر 18 کو اپ گریڈ کرنے کا مطالبہ

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): پوائنٹ آف آرڈر۔
جناب سپیکر: جی محترمہ!

پارلیمانی سیکرٹری برائے ترقی خواتین (محترمہ صغیرہ اسلام): جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک بہت اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہوں گی۔ پچھلے دنوں مجھے جنرل ہسپتال جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے وارڈ نمبر 18 جہاں مریضوں کو operate کرنے سے پہلے رکھا جاتا ہے وہاں 18 مریضوں کے لئے بیڈ ہیں لیکن وہاں پر 48 مریض تھے۔ ایک ایک بیڈ کے درمیان ایک ایک سٹریچر اور ایک ایک بیڈ پر دو دو مریض تھے۔ میں نے وہاں پر موجود ڈاکٹر سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ اس چھوٹی سی جگہ پر صرف 18 مریض آ سکتے ہیں جب زیادہ آئیں گے تو پھر یہی حال ہوگا۔ میں لاء منسٹر صاحب سے عرض کروں گی کہ جہاں باقی چیزوں پر اتنا زیادہ پیسا خرچ ہوتا ہے وہاں انسانی زندگی میں صحت سب سے زیادہ اہم حیثیت رکھتی ہے۔ وہاں اس وارڈ کے پیچھے بہت ساری جگہ موجود ہے، اگر اس وارڈ کو بڑھا دیا جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ مرنا تو سب نے ہے لیکن اگر انھیں وقت سے پہلے مار دیا جائے تو یہ مریضوں اور ان کے لواحقین کے لئے بہت بڑی زیادتی ہے۔ چونکہ اس وارڈ کے پیچھے کافی زیادہ جگہ پڑی ہے اس لئے صرف اس وارڈ کو بڑا کرنے کی ضرورت ہے لہذا مریضوں کی حالت کو دیکھتے ہوئے اس وارڈ کو 18 کی بجائے 50 بیڈ کا کر دیا جائے تاکہ ایک ایک بیڈ پر تین تین مریض نہ ہوں۔ یہ تو صحت کے نقطہ نظر سے بھی نقصان دہ ہے۔ لہذا میں پھر لاء منسٹر صاحب سے گزارش کروں گی کہ جہاں لوگوں کی فلاح کے لئے اور بہت سارے کام ہو رہے ہیں وہیں انسانی صحت اور انسانی جان کو بچانے کے لئے یہ کام بھی کیا جائے۔ میری موجودگی میں وہاں پر چھ آدمی مرے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ وہاں پر وہی لوگ آتے ہیں جو بہت زیادہ زخمی ہوں۔ پتا نہیں ان کے لئے علاج کی بہتر سہولت ہے یا نہیں لیکن ان کے لیٹنے کے لئے کوئی سہولت نہیں ہے۔ لہذا اس پر ضرور غور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب بھی بتائیں گے لیکن ماشاء اللہ آپ بذات خود بھی حکومت کا حصہ ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں عرض کرنا چاہوں گا کہ موجودہ حکومت اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف صاحب کا صحت پر خاص طور پر focus ہے۔ صحت پر جتنی رقم اب خرچ کی جا رہی ہے حکومت کا آئندہ سال اس پر تقریباً اس سے double خرچ کرنے کا ارادہ ہے۔ اس سے پہلے بھی اس میں بہت ساری بہتری آئی ہے اور آئندہ بھی یہ بہتری آئے گی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان وسائل کو double بھی کر لیا جائے تو پھر بھی اس سے زیادہ ضرورت ہے۔ میں محترمہ اور باقی ممبران جو ایوان میں بیٹھے ہیں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ pre-budget discussion کا یہی مقصد تھا کہ ممبر اس میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں۔ ہر شہر، ہر ضلع، ہر ڈویژن کے ایک ایک منصوبے کا نام لے کر identify کریں۔ یہاں فنانس اور پی اینڈ ڈی کا عملہ اسی لئے بیٹھا تھا کہ جو چیزیں ignore ہو جاتی ہیں یا رہ گئی ہیں انھیں note کیا جائے مگر میں اس سلسلے میں ہاؤس کے سامنے بالکل برملا اظہار کروں گا کہ مجھے اور فنانس منسٹر صاحب کو جو توقع تھی اگر میں مایوسی کا لفظ استعمال نہ کروں تو ہمیں توقع کے مطابق response نہیں ملا۔ آپ یقین کیجئے کہ کل بحث کے وقت دس ناموں کے بعد جب گیارہواں نام پکارا جاتا تھا تو وہ صاحب موجود ہوتے تھے۔ ابھی بھی کل کا وقت ہے اس پر بحث کرنے کے لئے دو تین گھنٹے کا ٹائم ہو گا۔ لہذا جن دوستوں کو ٹائم ملے وہ باقاعدہ اضلاع، قصبے، گاؤں اور جو سکیمیں پچھلے سال میں ignore رہی ہیں انھیں اس طرح identify کریں تاکہ ان میں زیادہ سے زیادہ بہتری آ سکے۔

جناب سپیکر: راناصاحب! باقی صاحبان تو کر لیں گے لیکن سپیکر کیا کرے گا، وہ تو بحث نہیں کر سکے گا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): سپیکر صاحب off the record بہت کچھ کرتے ہیں، انشاء اللہ وہ اسی طرح کریں گے۔

راناتنویر احمد ناصر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! گرین ٹریکٹر سکیم ہمارے وزیر اعلیٰ کا بڑا انقلابی قدم تھا اور یہ بہت اچھی سکیم تھی۔ شیخوپورہ میں جن لوگوں کے ٹریکٹر نکلے تھے ان میں صرف پچاس لوگوں کو subsidy ملی ہے لیکن بقایا ڈیڑھ سو کاشتکار ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جب زراعت پر بحث ہو گی آپ یہ ساری باتیں اس میں بتائیں، اب مناسب نہیں ہے۔ بہت شکریہ

ڈاکٹر مسرت حسن: پوائنٹ آف آرڈر۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کارروائی آگے بڑھائیں، ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: اب محترمہ کھڑی ہیں تو میں کیسے کہہ سکتا ہوں؟

ڈاکٹر مسرت حسن: جناب سپیکر! میں ایک چھوٹی سی بات گوش گزار کرنا چاہتی ہوں، چونکہ میرا تعلق تعلیم سے رہا ہے اور یہ طالبات کی مشکل کا مسئلہ ہے اسی لئے میں ہاؤس میں اس کو highlight کرنا چاہ رہی ہوں۔ اس وقت جیل روڈ پر لاہور کے تین کالج ہیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے دو کالج جو کہ elitist ہیں ان کے لئے تو بہت ساری سہولیات میسر ہیں لیکن APWA college جس میں نسبتاً متوسط طبقے کی بچیاں آتی ہیں ان کے لئے وہاں بس سٹاپ بھی موجود نہیں ہے۔ بچیوں کو پیدل چل کر کتنی دور کنیئرڈ کالج کے بس سٹاپ پر جانا پڑتا ہے یا پھر لاہور کالج کے بس سٹاپ پر جانا پڑتا ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ اس چیز کا نوٹس لیا جائے اور ان بچیوں کے لئے کم از کم یہ سہولت میسر کروائی جائے کہ وہاں آکر بس تو کھڑی ہو جایا کرے۔ شکریہ

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب! کیا آپ نے محترمہ کی بات سنی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جی، ہاں۔

جناب سپیکر: تو پھر ان کو بتائیں کہ اب کیا کرنا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں سیکرٹری تعلیم سے بات کر کے اس مسئلے کو حل کرواتے ہیں۔

غیر سرکاری ارکان کی کارروائی

مسودہ قانون (جو متعارف کروانے کے لئے پیش ہوا)

مسودہ قانون (ترمیم) تحفظ صارف پنجاب مصدرہ 2009

جناب سپیکر: چلیں، مہربانی۔ آج غیر سرکاری کارروائی کا دن ہے۔

MR.SPEAKER: Sheikh Ala-ud-Din may move the Punjab Consumer Protection (Amendment) Bill, 2009.

SHEIKH ALA-UD-DIN: I move:

"That leave be granted to introduce the Punjab Consumer Protection (Amendment) Bill, 2009."

MR.SPEAKER: The motion is moved:

"That leave be granted to introduce the Punjab Consumer Protection (Amendment) Bill, 2009."

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): Sir, I oppose it.

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب نے اس کو oppose کیا ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں اس پر arguments تو کر سکتا ہوں؟

جناب سپیکر: جی، ہاں۔ آپ arguments کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس پر شیخ صاحب اگر arguments کرنا چاہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، میں ان کی بات سن کر اس کا جواب دوں گا لیکن اگر آپ مناسب خیال کریں تو اس میں یہ ہے کہ جو نقطہ نظر، جو ضرورت شیخ صاحب نے اس amendment کے ذریعے چاہی ہے کہ یہ ہونی چاہئے تو اس بارے میں محکمہ کا یہ موقف ہے کہ یہ already ہے تو اگر اس کو pending کر لیا جائے اور شیخ صاحب department کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ محکمہ یا تو معزز رکن کو مطمئن کر دے گا اور اگر یہ اپنی بات کو ثابت کر سکے تو میں اس کو oppose نہیں کروں گا کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ private member legislation کو promote کیا جائے، اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں محکمہ کے ساتھ بیٹھ کر بھی اپنا موقف بتا دوں گا لیکن اگر آپ کی اجازت ہو تو میں تھوڑا سا اس بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ میں کیوں یہ amendment چاہتا ہوں؟

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب نے جو بات کی ہے وہ آپ سن چکے ہیں۔ اگر آپ محکمہ کے ساتھ بیٹھ جائیں اور معلوم ہو جائے کہ جو بات آپ چاہتے ہیں وہ واقعی already اس میں موجود ہے تو پھر

آپ کو مطمئن ہونا چاہئے۔ اگر وہ آپ کو satisfy کر سکے تو well and good بصورت دیگر یہ pending تو رہے گا۔

شیخ علاؤالدین: وہ ٹھیک ہے لیکن میں صرف آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس Consumer Act کی وجہ سے unending litigation شروع ہو گئی ہے۔ جیسا کہ وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے میں محکمہ کے ساتھ بیٹھ جاؤں گا لیکن میں جو amendment کرنا چاہتا ہوں یا میں جس کے لئے چاہ رہا ہوں کہ یہ amendment ہو جائے اس میں بڑی معمولی سی بات ہے کہ کورٹ میں جانے سے پہلے warranty کے clause کو invoke کیا جائے، warranty کے تحت چلا جائے۔ میں محکمہ کے پاس چلا جاؤں گا۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ محکمہ کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ محکمہ والے وزیر قانون کی موجودگی میں آپ کے پاس آئیں گے۔

شیخ علاؤالدین: تو پھر اس کے لئے کوئی وقت مقرر کر دیں۔

جناب سپیکر: کب کا وقت مقرر کیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اب یہ next Tuesday کے لئے pending ہو گا، اگلے private members' day تک یہ pending ہو گا۔ اس سے پہلے ہم شیخ صاحب سے خود رابطہ کر کے ان کو کوئی وقت بتا دیں گے۔

قراردادیں

(مفاد عامہ سے متعلق)

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ تو یہ next Tuesday تک pending کیا جاتا ہے۔ اب مفاد عامہ سے متعلق قراردادیں لیتے ہیں۔ پہلے مورخہ 3۔فروری 2009 کے ایجنڈے سے زیر التواء رکھی گئی قرارداد لیتے ہیں۔ یہ قرارداد محترمہ آمنہ الفت صاحبہ نے پیش کی تھی۔ یہ طے ہوا تھا کہ اس قرارداد کو مناسب ترمیم کے بعد پیش کیا جائے گا۔ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ نے وزیر قانون کی مشاورت سے ترمیم شدہ قرارداد کا نوٹس دیا ہے۔ وہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترمہ نے کل جو document مجھے بھیجا تھا تو اس پر میں نے suggest کیا تھا کہ اس لائن یا فقرے کی جگہ اس کو اس طرح سے amend

کر لیا جائے۔ اب محترمہ جو قرارداد پیش کر رہی ہیں وہ 3-فروری کے اجلاس والی ہی ہے۔ اس کو میرے کہنے کے مطابق انھوں نے amend نہیں کیا۔

جناب سپیکر: محترمہ! وزیر قانون فرما رہے ہیں کہ جو میرے ساتھ بات ہوئی تھی، جو میں چاہتا تھا اس کے مطابق محترمہ نے اپنی قرارداد کو amend نہیں کیا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! وزیر قانون نے اس میں جو amendment کی تھی، انھوں نے اپنے ہاتھ سے جو فقرہ تحریر فرمایا تھا بالکل as it is اسی کے مطابق میں نے اپنی قرارداد دی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): تو پھر مجھے اس نئی قرارداد کی کاپی نہیں ملی، میرے پاس اس وقت یہ کاپی نہیں ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: اگر آپ تک اس کی کاپی نہیں پہنچی تو میں پہنچا دیتی ہوں۔

(اس مرحلے پر وزیر قانون کو ترمیم شدہ قرارداد کی کاپی بھجوائی گئی)

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب کو کاپی پہنچا دی گئی ہے۔ اب انھیں ایک منٹ کے لئے دیکھ لینے دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں نے یہ قرارداد دیکھ لی ہے۔ آپ محترمہ کو اجازت دے دیں کہ وہ اپنی قرارداد پیش کریں۔

جناب سپیکر: جی، آمنہ الفت صاحبہ! آپ اپنی قرارداد پیش کریں۔

لاہور سمیت تمام میٹروپولیٹن شہروں میں رینٹ الاؤنس میں اضافے کا مطالبہ

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتی ہوں کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور سمیت تمام میٹروپولیٹن شہروں میں بڑھتے ہوئے کرایوں کے پیش نظر Rent Allowance کی شرح میں اپنے وسائل کے مطابق اضافہ کیا جائے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور سمیت تمام میٹروپولیٹن شہروں میں بڑھتے ہوئے کرایوں کے پیش نظر Rent Allowance کی شرح میں اپنے وسائل کے مطابق اضافہ کیا جائے۔"

یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

"یہ ایوان صوبائی حکومت سے اس امر کی سفارش کرتا ہے کہ صوبائی دارالحکومت لاہور سمیت تمام میٹروپولیٹن شہروں میں بڑھتے ہوئے کرایوں کے پیش نظر Rent Allowance کی شرح میں اپنے وسائل کے مطابق اضافہ کیا جائے۔"

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: "ناں"

جناب سپیکر: قرارداد منظور کی جاتی ہے۔

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب سپیکر: محترمہ! آپ کو مبارک ہو۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میری بات سننے سے پہلے ہی آپ نے فیصلہ تو دیا ہے لیکن یہ پوچھنا چاہوں گا کہ پنجاب کے اندر کتنے میٹروپولیٹن شہر ہیں اور آیا مہنگائی صرف میٹروپولیٹن شہروں کے اندر ہوئی ہے یا باقی شہروں کے اندر بھی ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: وہ سوال علیحدہ ہے، یہ قرارداد منظور ہو چکی ہے اس پر اب آپ بحث نہ کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اسی کے متعلقہ سوال ہے کہ باقی شہروں کو کیوں اس میں شامل نہیں کیا جاتا؟ آپ بار بار انہی مراعات یافتہ شہروں کو مزید سہولتیں دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اس بارے میں اپنی قرارداد لے آئیں، اس میں نئی amendment دے دیں، یہ آپ کے اختیار میں ہے، آپ دے سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Rent Allowance میں جب اضافہ ہوگا تو سب کا ہوگا۔ metropolitan cities میں چونکہ کرایہ کی شرح زیادہ ہوتی ہے اس

لئے اس میں proportionate تھوڑا زیادہ ہے اور باقی شہروں میں کم ہے لیکن جب اضافہ ہوگا تو سب میں ہوگا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا: شکریہ۔ اگر اس میں assurance ہے تو میں بھی "ہاں" میں شامل ہوں۔

خواجہ عمران نذیر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

خواجہ عمران نذیر: جناب والا! میرے پاس یہ بوتل ہے۔

ایک آواز: یہ House میں نہیں آسکتی۔

خواجہ عمران نذیر: جناب والا! یہ صحیح فرما رہے ہیں کہ ہال میں کھانے پینے کی چیزیں نہیں آسکتیں۔ یہ ایک مشہور زمانہ برانڈ "مرنڈا" کی بوتل میرے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے محکموں کا عالم یہ ہے کہ اس کے اندر مجھے تو سمجھ نہیں آرہی کہ مکھی ہے یا کیڑا ہے؟ پانی تو چلیں ہم جیسے کیسے پی رہے تھے اور اس کا ہم انشاء اللہ حل بھی نکالیں گے لیکن یہ بوتل میں پورے ایوان کو آپ کے سامنے دکھا رہا ہوں کہ دیکھیں کہ یہ اتنا مشہور برانڈ ہے اور ماشاء اللہ ان کی اربوں روپے کی جائیدادیں ہیں۔ پاکستان میں اور پاکستان کے باہر بھی ان کی جائیدادیں ہیں اور ہمارے اپوزیشن کے دوستوں کو بھی پتا ہے وہ بھی اس بات کی گواہی دیں گے کہ ان کی کتنی جائیدادیں ہیں۔ ان کی بوتلوں کا یہ عالم ہے کہ ان کی بوتلوں کے اندر مکھیاں اور کیڑے تیر رہے ہیں۔ میری اس ایوان سے درخواست ہے کہ اس معاملے کا نوٹس لے کر ان فیکٹری والوں کو کھینچا جائے۔ لوگ جو اتنی مہنگی بوتل پیتے ہیں کم از کم اس کو صاف تو اچھی طرح سے کر لیا کریں۔

میاں محمد رفیق: بوتل کا نام تو بتائیں۔

خواجہ عمران نذیر: "مرنڈا" کی بوتل ہے اور سب کو پتا چل گیا ہے۔ سب نے اسے دیکھ بھی لیا ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! اس سے پہلے بھی ایک واقعہ ہوا تھا۔ ہر آدمی جو بزنس کرتا ہے اس کا business interest ہے اور ہر آدمی کو protection ہے جو کوئی بھی business کرتا ہے اور اپنی product کو بازار میں لاتا ہے۔ یہ طریق کار مناسب نہیں ہے۔ یہ تو پھر ایسے بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی competitor اپنے مخالف کی product میں تھوڑا بہت نقص ڈال کر

کسی کو دے اور کہے کہ دیکھیں کہ اس میں یہ نقص ہے اور اس کے اس عمل سے ان کے جو business interest ہیں جس کے خلاف وہ کر رہا ہے ان کو نقصان پہنچے اور اسے اس کا فائدہ پہنچے۔ اس وقت بھی میں نے یہ گزارش کی تھی کہ آپ پہلے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ کریں یا وہاں کا متعلقہ جو area ہے اس area میں جو لوگ اس معاملے پر لگے ہوئے ہیں یا آپ خود پہلے ان سے یہ پوچھ لیں کہ یہ معاملہ ہے اور وہ اس کی وضاحت پیش کریں اور اس طرح سے unheard مناسب نہیں ہے اور یہ ایک معزز ایوان ہے یہاں پر ہونے والی بات کا ایک وزن ہے، اس کی ایک value ہے اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح سے مناسب نہیں ہے۔ محترم خواجہ صاحب اس معاملے کو اس کمپنی کے ساتھ یا اس متعلقہ ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ اٹھائیں اور اگر اس میں کوئی substance ہو تو پھر جو اس کا طریق کار ہے اس کے مطابق ایوان کے نوٹس میں لایا جائے۔

جناب سپیکر: پچھلی دفعہ بھی یہ معاملہ اٹھایا گیا تھا۔

محترمہ عارفہ خالد پرویز: وہ بوتل میں لائی تھی۔

خواجہ عمران نذیر: پچھلی دفعہ میں نہیں تھا اس لئے میں نے وہ بات نہیں سنی۔

جناب سپیکر: یہ وہی اٹھا کر لے آئے ہیں پچھلی دفعہ والی؟

خواجہ عمران نذیر: نہیں، جناب! یہ وہ بوتل نہیں ہے، یہ دوسری بوتل ہے۔ وزیر قانون صاحب اس سلسلے میں کوئی بھی initiative لے لیں۔ ہم لوگ ان کو assist کریں گے۔ وزیر قانون سے یہ کہیں کہ اس سلسلے میں کوئی کمیٹی بنا دیں اور وہ اس کی انکوائری کر لے۔

جناب سپیکر: نہیں اس میں کمیٹی بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب والا! فاضل محرک نے بوتل دکھا دی، مشروب کا نام یا برانڈ کا نام نہیں لیا۔

خواجہ عمران نذیر: سب کو پتا ہے۔

میاں محمد رفیق: نہیں، آپ کو اس کا نام لینا چاہئے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ سب کو پتا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ سب کو پتا ہے؟

جناب سپیکر: آپ کے سوا سارے House نے سنا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب والا! نہیں سنا۔ انہوں نے "مرنڈا" کا نام نہیں لیا۔ انہوں نے بوتل دکھائی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں انہوں نے نام بھی لیا ہے۔

ایک آواز: نہیں بتایا۔

میاں محمد رفیق: جناب والا! ایک شہادت آ گئی ہے انہوں نے "مرنڈا" کا نام نہیں لیا۔ انہوں نے ڈر کے مارے "مرنڈا" کا نام نہیں لیا۔

خواجہ عمران نذیر: جناب والا! ڈر ہمیں اللہ کی ذات کے علاوہ کسی کا نہیں ہے۔ ہم تو آٹھ سال تک ڈکٹیٹر پرویز مشرف سے نہیں ڈرے۔ "مرنڈا" سے کیا ڈریں گے؟

چودھری طاہر اقبال: [****************]

جناب سپیکر: اب پھر جواب الجواب شروع ہو جائیں گے۔ پھر آپ کہیں گے کہ یہ کیا ہوا؟ آپ کی بات مناسب نہیں ہے۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جائیں۔ اب ہم آج کے ایجنڈے کی قرار دادیں لیتے ہیں۔ پہلی قرار داد جناب محمد محسن خان لغاری، چودھری ظہیر الدین خان، چودھری عامر سلطان چیمہ، جناب محمد یار ہراج، محترمہ ثمینہ خاور حیات، چودھری مونس الٰہی، ڈاکٹر سامیہ امجد، چودھری عبداللہ یوسف، چودھری محمد ارشد، جناب طاہر اقبال اور محترمہ آمنہ الفت صاحبہ، جناب محمد شفیق خان، جناب شیر علی خان، جناب خرم نواب، محترمہ خدیجہ عمر، محترمہ آمنہ جہانگیر، حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا، محترمہ عائشہ جاوید، جناب خالد جاوید اصغر گھرال، سیدہ ماجدہ زیدی صاحبہ، سیدہ بشریٰ نواز گردیزی صاحبہ، میاں محمد شفیع، چودھری محمد اعجاز شفیع، محترمہ قمر عامر، چودھری انجینئر شہزاد الٰہی اور محترمہ جوئیس روفن جولیس کی ہے اور اسے کون پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! میں پیش کروں گا۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

پنجاب میں اسلامی بنکنگ کے قیام کا مطالبہ

جناب سپیکر: جناب محمد محسن خان لغاری!

MR. MUHAMMAD MOHSIN KHAN LEHGARI: This House resolves second addition to the commercial/conventional banking, the Government of Punjab may take immediate steps to develop and promote Islamic modes of banking inline with the policies, instructions and criteria as laid down by the State Bank of Pakistan for promotion of Islamic banking in the Province of the Punjab.

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

> "This House resolves second addition to the commercial/conventional banking, the Government of the Punjab may take immediate steps to develop and promote Islamic modes of banking inline with the policies, instructions and criteria as laid down by the State Bank of Pakistan for promotion of islamic banking in the Province of the Punjab."

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! میں اس کی مخالفت نہیں کر رہا لیکن اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ وفاقی حکومت اور سٹیٹ بنک سے متعلقہ ہے۔ وزیر خزانہ پنجاب بھی یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ ہم یہ قرارداد نہ صرف وفاقی حکومت کو بھجوائیں گے بلکہ فنانس منسٹر اس کو پوری طرح سے pursue بھی کریں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! اس کا وفاقی حکومت سے تعلق نہیں ہے کیونکہ ہمارا جو پنجاب بنک ہے اور جو کوآپریٹو بنک ہے اسمبلی کے قانون کے تحت form ہوئے ہیں۔ ہماری صرف اس کے اندر Islamic banking رکھنے کی provision کی ضرورت ہے۔ اگر سٹینڈرڈ چارٹرڈ بنک، رائل بنک Islamic banking کر سکتے ہیں تو بنک آف پنجاب کو بھی یہ کرنا چاہئے۔ ہمیں اس کو encourage کرنا چاہئے اور سود کے خلاف ہماری جو تھوڑی سی کوشش ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔ یہ ایک بہت اچھی چیز ہے آپ دیکھیں آج ساری دنیا کے اندر banking crisis ہے لیکن

اسلامک بنک اس سود در سود کی معیشت سے بچے ہوئے ہیں۔ سٹی بنک اور دوسرے جتنے بھی بڑے بنک ہیں وہ سارے کے سارے financial crisis کے اندر ہیں۔ million and billons of dollars امریکہ کی حکومت خرچ کر رہی ہے۔ یورپ کی حکومتیں بھی خرچ کر رہی ہیں لیکن اسلامک بنک ان ساری چیزوں سے بچے ہوئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق banking کرتے ہیں۔ میری گزارش یہ تھی کہ ہم وفاقی حکومت کا کہہ کر اس بات کو ٹر خانہ دیں کیونکہ اسی قسم کا ایک قانون بنک آف خیبر نے پچھلے دور حکومت میں صوبہ سرحد میں جب ایم ایم اے کی حکومت تھی تو انہوں نے بنک آف خیبر کے اندر یہ provisions ڈالی تھیں کہ Islamic banking کی جائے۔ بنک آف خیبر کے متعلق ان کی اسمبلی نے بل پاس کیا تھا بنک آف پنجاب اور کوآپریٹو بنک ہماری اس اسمبلی کے بنائے ہوئے قانون کے تحت بنے ہیں اس لئے ان کے charter کے اندر amendment کرنی پڑے گی اور ان کو اس کی اجازت دینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ جناب سے میری گزارش یہ ہے کہ اس پر عملدرآمد کرایا جائے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوگا۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب والا! لغاری صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں جو کہا ہے ان کے charter کے اندر ان کو اجازت دینے کی ضرورت پڑے گی۔ وہ اجازت سٹیٹ بنک نے ہی دینی ہے اور وہ اجازت وفاقی حکومت نے ہی دینی ہے۔ پنجاب گورنمنٹ کو اس سلسلے میں کوئی hesitation نہیں ہے اور آپ کو پتا ہے کہ بنک آف پنجاب پر پچھلے دنوں جو crises آیا تھا وہ اب built ہو رہا ہے اور اس کے بعد پنجاب حکومت کا یہ خیال ہے کہ بنک آف پنجاب کی administration share holders کے ہاتھوں میں دے دی جائے تو اس سلسلے میں جو بھی بنک ایسا کرنا چاہے اور سٹیٹ بنک یا وفاقی حکومت اجازت دینا چاہے تو پنجاب گورنمنٹ کو اس کے اوپر کوئی اعتراض نہیں ہے اور لغاری صاحب سود اور اسلامی بنکنگ کی جو بات فرما رہے ہیں آخر اسلامی بنکنگ میں بھی ان بنکوں نے اس میں نام کا تھوڑا سا فرق ڈالا ہوا ہے لیکن one way or the other اپنے account holders کو benefit تو وہ بھی دیتے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ہم نے اس کے اندر کہا ہے کہ حکومت پنجاب اس کے اندر steps لے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب سپیکر! بنکنگ کا سود کا مسئلہ اب mark up and profit میں تبدیل ہو چکا ہے۔ سود وہ ہوتا ہے جو fix ہوتا ہے اور profit کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی یہ زیادہ ہوتا ہے۔ بنک میں جو پیسے credit کئے جاتے ہیں بنک ان پیسوں سے کاروبار کرتا ہے تو دیکھیں کہ نشیب و فراز آ ہی رہے ہیں۔ سٹاک ایکسچینج میں نشیب و فراز آ رہے ہیں تو سود کا تو مسئلہ ہی نہیں ہے اور بنک profit ہی دے رہے ہیں۔ جہاں تک پنجاب بنک کا تعلق ہے اس میں crisis بہت آئے ہیں اگر ہماری الفلاح بنک کی amount پنجاب بنک میں ہوتی تو میرے خیال میں 8 FD والا مسئلہ حل ہو جانا تھا۔ پنجاب بنک حکومت کا بنک ہے اس کو کوئی خطرہ نہیں، crisis آئے ہیں یہ اپنی جگہ پر قائم ہے اور جو foreign country کا الفلاح بنک ہے انہوں نے باہر پیسے transfer کر دینے ہیں اور چلے جائیں یہ کبھی بھی فلاپ ہو سکتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ پرائیویٹ بنک کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی، رانا محمد افضل صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! کل بھی یہاں پر الفلاح بنک اور دوسرے بنکوں کے بارے میں بحث ہوئی۔ میں آپ کے توسط سے ہاؤس کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں جتنے بھی بنک ہیں وہ پاکستان کے قوانین کے تحت سٹیٹ بنک کے پاس incorporated ہیں۔ چاہے وہ الفلاح بنک ہے یا برطانیہ کا کوئی بنک ہے۔ ان کے shares باہر سے آ سکتے ہیں لیکن وہ پاکستانی بنک ہیں، پاکستان میں رجسٹرڈ ہیں کیونکہ ہم foreign investment کو پاکستان میں encourage کرتے ہیں اس لئے ان تمام بنکوں کے ساتھ ملکی سطح پر مساوی سلوک کیا جاتا ہے۔ یہ کہہ دینا کہ فلاح foreign bank یا الفلاح بنک بھاگ جائے گا۔ وہ بالکل foreign bank نہیں ہے بلکہ پاکستان کا incorporated پاکستانی بنک ہے، یہ ضرور ہے کہ اس کے share holders and major investors ملک کے باہر سے آئے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: میں نے floor ان کو دیا ہے آپ تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہر بنک کی management کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کاروباری لحاظ سے اسلامی بنکنگ کا شعبہ کھولنا چاہے یا ایسے investors جو اسلامی بنکنگ میں اپنا پیسا لگانا

چاہتے ہیں تو بنک کی management کا اختیار ہے کہ وہ سٹیٹ بنک کو apply کرے اور اپنا اسلامی بنکنگ کا شعبہ کھول لے تو میں اس حد تک لغاری صاحب کی بات کو support کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"This House resolves that in addition to commercial/ conventional banking, the Government of the Punjab may take immediate steps to develop and promote islamic modes of banking inline with the policies, instructions and criteria as laid down by the State Bank of Pakistan for promotion of islamic banking in the Province of the Punjab."

(قرارداد منظور ہوئی)

جناب سپیکر: دوسری قرارداد جناب جوئیل عامر سہوترا اور رانا عاصم محمود کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

بھرتی کے وقت حافظ قرآن کی طرح مخصوص مذہبی تعلیم کے حامل اقلیتی امیدواروں کو بھی 20 نمبر اضافی دینے کا مطالبہ

جناب جوئیل عامر سہوترا: شکریہ۔ جناب سپیکر۔ اس ایوان کی رائے ہے کہ:

"پنجاب حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ سرکاری اداروں میں بھرتی کے وقت مخصوص مذہبی تعلیم کے حامل اقلیتی امیدواروں کو بھی حافظ قرآن کی طرح 20 نمبر اضافی دیئے جائیں۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ:

"پنجاب حکومت اس امر کو یقینی بنائے کہ سرکاری اداروں میں بھرتی کے وقت مخصوص مذہبی تعلیم کے حامل اقلیتی امیدواروں کو بھی حافظ قرآن کی طرح 20 نمبر اضافی دیئے جائیں۔"

MINISTER FOR LAW & PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan): I oppose.

جناب سپیکر: جی، oppose ہوا۔ جی، سہوترا صاحب!

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں اس حوالے سے ایک دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان سے میری یہ گزارش ہو گی کہ ان گزارشات کو مانا جائے۔ جس طرح مسلم سٹوڈنٹس کا یہ بنیادی حق ہے کہ جب وہ حافظ قرآن ہوتے ہیں اور جب وہ انسٹی ٹیوٹس یا میڈیکل کالجز میں داخلے یا سرکاری اداروں میں نوکریاں حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں تو ان کا یہ بنیادی حق ہے کہ انہیں یہ 20 نمبر دیئے جانے چاہئیں۔ میں صرف یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ یہ facility صرف مسلم سٹوڈنٹس کے لئے ہی نہیں ہونی چاہئے بلکہ یہ ان تمام غیر مسلم سٹوڈنٹس کے لئے بھی ہونی چاہئے جو کسی بھی ادارے میں داخلہ لینے کے لئے جاتے ہیں یا نوکری کے لئے apply کرتے ہیں کیونکہ کسی ایسے candidates کو اس کے امتحان سے پہلے ہی 20 نمبر اضافی دے دیئے جائیں تو دوسرے نمبر پر آنے والا امیدوار کس طرح اس امیدوار کو compete کر سکتا ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ 1990 میں جب میاں نواز شریف صاحب وزیر اعظم تھے تو ان کی کیبنٹ نے اس بات کی approval دی تھی کہ حافظ قرآن امیدوار کو 20 نمبر دیئے جائیں گے اور اسی کیبنٹ نے یہ فیصلہ بھی دیا تھا کہ اقلیت سے تعلق رکھنے والے تمام طالبعلموں یا امیدواروں کو ان کی مذہب کے حوالے سے ان کے criteria کو دیکھتے ہوئے ان کو بھی 20 نمبر اضافی دیئے جائیں گے لیکن 1990 کی اس کابینہ جس نے میاں نواز شریف صاحب کی صدارت میں یہ فیصلہ دیا تھا۔ اس میں یکطرفہ طور پر صرف ایک معاملے پر عمل ہو رہا ہے اور وہ صرف مسلم طلباء کے لئے ہے۔ میری آپ کی وساطت سے اس ہاؤس سے یہ گزارش ہو گی کہ اقلیتوں کے حوالے سے جو فیصلہ 1990 میں میاں نواز شریف صاحب کی کابینہ نے کیا تھا اس فیصلہ کو یقینی بنانے کے لئے یہ ہاؤس ہمیں مکمل support دے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس معاملے کی جو نوعیت ہے اس سلسلے میں، میں یہ چاہوں گا کہ اس پر ہمیں زیادہ بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس میں صرف دو چیزیں عرض کروں گا اس میں ایک تو یہ ہے کہ میرے بھائی کو غلط فہمی ہے کہ 20 نمبر دیئے جاتے ہیں بلکہ صرف 5 نمبر دیئے جاتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ یہ 5 نمبر حاصل کرتے ہیں وہ صرف اور صرف حافظ قرآن ہیں اور قرآن پاک وہ واحد الہامی کتاب ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے یہ اثر رکھا کہ وہ انسان کے سینے میں جذب ہو سکتی ہے، محفوظ ہو سکتی ہے باقی اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ جتنی بھی الہامی کتابیں ہیں ہمیں ان کی پوری قدر ہے، ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ اس بات کا باقاعدہ قرآن پاک

میں ذکر ہے اور ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ الہامی کتابوں پر ایمان رکھے لیکن ان میں سے کوئی کتاب بھی حفظ نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ جو قرآن پاک ناظرہ پڑھنے والے ہیں، انھوں نے اسلامی تعلیم حاصل کی ہے، اسلامی تعلیم میں بہت سی ڈگریاں حاصل کی ہیں تو اس بنیاد پر کسی کو 5 نمبر نہیں دیئے جاتے۔ یہ مخصوص بات ہے جو کسی اور کتاب سے متعلق بھی نہیں ہے اگر کوئی یہ کہے کہ وہ توریت کا انجیل کا حافظ ہے تو حکومت اس پالیسی پر بھی غور کر سکتی ہے لیکن جہاں تک مذہبی تعلیم کا معاملہ ہے تو مذہبی تعلیم کے حوالے سے کوئی نمبر نہیں دیئے جاتے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کی قرارداد میں جو نمبر درج کئے ہیں ان کی بھی تصحیح کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اس معاملے میں ہم بیٹھ کر ان سے بات کرنے کے لئے تیار ہیں اس لئے اس کو pending کر لیں بجائے اس کے کہ اس پر زیادہ بحث کی جائے۔ اگر سہوترا صاحب سمجھتے ہیں تو اس کو withdraw کر لیں اور ان کا جو معاملہ وہ سمجھتے ہیں کہ مذہبی حوالے سے کوئی تفریق ہے تو اس پر discussion کر کے ہم اس تفریق کو دور کرنے کے لئے تیار ہیں۔

جناب سپیکر: یہ قرارداد next Private Member Day تک pending کرتے ہیں۔

جناب جوئیل عامر سہوترا: جناب سپیکر! میں محترم وزیر قانون کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا لیکن میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ جب ہم مسیحیوں کو اہل کتاب مانتے ہیں تو ان کے بارے میں یہ کہنا کہ توریت یا انجیل حفظ نہیں ہو سکتی یا اس کے بارے میں ہم کوئی ایسا criteria نہیں بنا سکتے۔ مجھے یہ بات سن کر افسوس ہوا ہے۔ میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ آپ نے میری قرارداد کو pending تو فرما دیا ہے لیکن اس پر کوئی پالیسی بھی بنائی جا سکتی ہے کیونکہ تمام مذاہب میں چاہے وہ مسیحی مذہب ہے یا اس ملک میں بسنے والی جتنی بھی اقلیتیں ہیں ان سب کا ایک criteria ہے کہ جس کو حفظ کر کے وہ اپنے آپ کو اس قابل بناتے ہیں کہ اس کو حافظ قرآن کی طرح حافظ بائبل یا جس مذہب سے بھی اس کا تعلق ہو اس کو سمجھا جاتا ہے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: اس قرارداد کو next Private Member, Day تک pending کیا گیا ہے۔

آج کے اجلاس کا وقت ختم ہوا لہذا اب اجلاس کل بروز بدھ مورخہ 11-فروری 2009 بوقت 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔